MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

لاہور

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

جلد نمبر 25

شمارہ نمبر 11

مارچ 2025ء، رمضان المبارک 1446ھ

WWW.MIRRAT.COM

قرآن مجید اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب

رمضان مبارک میں سیرت نبوی ﷺ کے واقعات

القرآن الکریم کی رُو سے سائنسی و منطقی فکر کی ضرورت

القرآن الکریم کے حوالے سے توشیہیکو ایزوتسو کے کام کا طائرانہ جائزہ

احمد ہلوسی کی کتاب

"ڈی کوڈنگ دی قرآن"

ایک تبصرہ

روزہ ظاہر و باطن کی پاکیزگی کا نام ہے۔

سیدی رسول اللہ (ﷺ)
کا فرمان مبارک ہے:

"جو شخص (بحالتِ روزہ) جھوٹ بولنا اور اس پر
(برے) عمل (غیبت، بہتان، گالی گلوچ، لعن طعن وغیرہ)
کرنا ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت
نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے"۔

صحیح البخاری، کتاب الصوم

لہٰذا!

ہمیں ماہ رمضان کے بھرپور فیوض و برکات سمیٹنے کیلئے
اخلاقیات کو بھی بہتر کرنا چاہئے۔

مسلسل اشاعت کا چھبیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاھور

مارچ 2025ء، رمضان المبارک 1446ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سُلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر
- محمد احمد رضا
- واصف علی

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

○○○ اس شمارے میں ○○○

1	اقتباس		3

اداریہ

2	دستک		4

گوشۂ قرآن و رمضان

3	رمضان المبارک میں سیرت نبوی (ﷺ) کے واقعات	مفتی محمد صدیق خان قادری	5
4	قرآن مجید اور سیدنا علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)	صاحبزادہ سلطان احمد علی	12
5	احمد ہلوسی کی کتاب ”ڈی کوڈنگ دی قرآن“: ایک تبصرہ	ڈاکٹر عبد الباسط	22
6	قرآن کریم کے حوالے سے توشیہیکو ایزوتسو کے کام کا طائرانہ جائزہ	حافظ محمد شہباز عزیز	25
7	قرآن کریم کی رُو سے سائنسی و منطقی فکر کی ضرورت	ڈاکٹر عثمان حسن	27
8	قرآن سے محبت ہو تو یہ خاص کرم ہے	شاعر: مستحسن رضا جامی	33

صلائے عام

9	سالانہ ملک گیر دورہ اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین (رپورٹ)	ادارہ	34

باھو شناسی

10	شمس العارفین	مترجم: سید امیر خان نیازی	48
11	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
80 روپے	110 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 960 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 1320 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-1275009

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندروڈ، لاہور سے چھپوا کر 698-BS-8 تاج کمپنی چوک نزد ایم سی بی چوہان روڈ بندروڈ لاہور سے شائع کیا

برائے خط و کتابت ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

"وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ"

"اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری شب کی سیاہ دھاری سے تمہارے لیے نمایاں ہو جائے پھر رات تک روزہ پورا کرو"۔ (البقرۃ:187)

"حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کے ہر اچھے عمل کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے جتنا اللہ چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مگر روزہ کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا"۔ (صحیح مسلم)

سرچشمہ حانی محبوبِ سبحانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

فرمان

"ایک روزہ حقیقت ہے اور اس سے مراد فواد (دل) کو طلب ماسویٰ اللہ سے پاک رکھنا ہے چنانچہ حدیثِ قدسی میں فرمان حق تعالیٰ ہے انسان میرا سر (بھید) ہے اور میں انسان کا سر ہوں۔ سر اللہ تعالیٰ کے نور میں سے ہے اس لیے اس کا میلان غیر اللہ کی طرف ہرگز نہیں ہوتا اس کا دنیا اور آخرت میں سوائے ذات حق تعالیٰ کے کوئی محبوب و مرغوب و مطلوب نہیں اگر وہ غیر اللہ کی محبت میں مبتلا ہو جائے تو روزہ حقیقت میں فاسد ہو جاتا ہے اس کی قضا یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں غیر اللہ کی محبت سے تائب ہو کر دوبارہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اسی کی محبت و لقاء میں غرق ہو جائے جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمان حق تعالیٰ ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا"۔

(الفتح الربانی)

سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

باہجھ حضوری نہیں منظوری توڑے پڑھن بانگ صلاتاں ھو

روزے نفل نماز گزارن توڑے جاگن ساریاں راتاں ھو

باجھوں قلب حضور نہ ہووے توڑے کڈھن سے زکاتاں ھو

باھو باجھ فنا رب حاصل ناہیں نا تاثیر جماتاں ھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"ماہ رمضان میں ہم سب کیلئے ایک عظیم سبق پنہاں ہے۔ فی نفسہ یہ یک عظیم ادارہ ہے۔ یہ مسلمانوں کو سبق دیتا ہے کہ مسرت اور کامیابی اور کسی فریضے کی تکمیل مشکلات محنت اور صعوبت کے بغیر نہیں ہو سکتی اور یہ کہ ہم قربانیاں دیے بنا اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم خود کس طرح اپنی خواہشات، بھوک اور حرص و ہوس پر قابو پا سکتے ہیں اور کس طرح ان چیزوں کی مزاحمت کر سکتے ہیں جو اخلاقی طور پر غلط اور ناپسندیدہ ہیں۔ (کراچی 8 ستمبر 1945ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے

(بالِ جبریل)

اقوام کی زندگی میں قومی ایام کی اہمیت

ہمیشہ سے انسانی فطرت کا یہ انتہائی اہم جزو رہا ہے کہ وہ ہر شعبہ ہائے زندگی میں ایک ایسے قابلِ تقلید نمونہ عمل کی تلاش میں رہتا ہے جس کی پیروی کی جائے- جسے عام الفاظ میں رول ماڈل کہتے ہیں- مثلاً انسان کاروبار، تعلیم، معیشت، سیاست اور سماجیات کے شعبہ جات کے علاوہ اپنی ذاتی زندگی کو بھی نکھارنے کے لئے رول ماڈل بناتا ہے- دنیا بھر کے رہنے والے انسان اپنی مذہبی و روحانی زندگی کے لئے بھی رول ماڈل کا انتخاب کرتے ہیں- انفرادی سطح سے لے کر قومی اور اجتماعی زندگی میں رول ماڈلز کی اہمیت کے پیشِ نظر ہر قوم اپنے رول ماڈلز رکھتی ہے اور ان کے نقش قدم پر چلتی ہیں- قومیں اپنے اجتماعی شعور (Collective Consciousness) اور قومی زندگی میں اپنے ان رول ماڈلز کی ہر ممکن حفاظت کرتی ہیں کیونکہ یہی ان کی قومی وحدت (National Cohesion) یقینی بناتے ہیں- جدید اور قدیم دنیا کے مختلف خطوں میں قومیں اپنے ہیروز کو اپنا رول ماڈلز تصور کرتی ہیں جنہوں نے قومی اور اجتماعی زندگی میں اہم کارنامے سرانجام دیئے- مثلاً امریکہ میں جارج واشنگٹن سے لے کر چین کے ماؤزے تنگ تک کی شخصیات کو رول ماڈل کا درجہ حاصل ہے- پاکستان میں قومی زندگی میں ہمارے رول ماڈل بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور شاعر مشرق علامہ محمد اقبال جیسی نابغہ روزگار شخصیات ہیں جنہوں نے مسلم اُمّہ بالخصوص مسلمانانِ ہند کی آزادی کیلئے اپنی زندگیاں وقف کیں- ان کی زندگی کے مقاصد مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں رہنمائی کے ساتھ ساتھ مسلمانانِ ہند کو ملی وحدت کی غیر متزلزل بنیاد فراہم کرنا تھا جس میں بلاشبہ وہ قدرت کی مہربانی سے کامیاب رہے اور مملکتِ خداداد پاکستان معرضِ وجود میں آئی-

اسی طرح قوموں کی زندگی میں ایسے بہت سے مخصوص ایام آتے ہیں جو ہمیشہ کیلئے ان کی تاریخ کے ساتھ جڑ جاتے ہیں اور بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں- دراصل انہی دنوں میں قومیں اپنے خوابوں کی تعبیر پاتی ہیں اور اپنے ان مقاصد کا حصول کرتی ہیں جن کا انہوں نے دہائیوں سے خواب دیکھا ہوتا ہے-

مسلمانان برصغیر کی قومی تاریخ اور تحریک قیام پاکستان کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں بہت سے ایسے ایام ہیں جو ہمیں نا صرف اسلاف کی جدوجہد اور قربانیوں کی یاد دلاتے ہیں بلکہ وہ ہمیں اس عظیم مقصد کی بھی یاد دلاتی ہیں جس کے لیے ہمارے اسلاف نے اس خطہ ارض کے حصول کا فیصلہ کیا تھا- 23 مارچ تحریک قیام پاکستان کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے- اس دن یعنی 23 مارچ 1940ء کو قرارداد پاکستان، جسے قرارداد لاہور بھی کہا گیا، پیش کی گئی- قرارداد پاکستان کی بنیاد پر مسلم لیگ نے برصغیر میں مسلمانوں کے جداگانہ وطن کے حصول کیلئے تحریک شروع کی تھی اور 7 برس کے بعد اپنا مطالبہ منظور کرانے میں کامیاب رہی-

اقوام کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے یا کسی اجتماعی چیلنج کا سامنا ہوتا ہے تو اس وقت ہمت ہارنے اور مایوسی کا شکار ہونے کی بجائے قومی اہمیت کے دن انہیں اپنے حصول مقصد کیلئے دی گئی قربانیوں اور حاصل کی گئی کامیابیوں کی یاد دلاتے ہیں اور انہیں اپنی قومی سطح پر اجتماعی غلطیوں اور غفلتوں کا ادراک کر کے کورس کریکشن (Course Correction) کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں- مزید یہ کہ ایسی ایام قومی شناخت مستحکم کرنے میں مدد دیتے ہیں- وہ ہماری توجہ مبذول کرواتے ہیں کہ قومی مقصد کے حصول میں کہاں تک پہنچے ہیں اور وہ کونسی ایسی قومی غلطیاں ہیں ہمیں جن سے بچنے کی ضرورت ہے-

کسی بھی قوم کی قومی یادداشت اس کے دماغ کی حیثیت رکھتی ہے جو کسی قوم کی موجودہ حالت اور مستقبل میں پیش آنے والے معاملات میں راہنمائی اور فیصلہ سازی کے لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی اصول کے تحت اقوام کو اپنی کورس کریکشن کے لیے اپنے گزرے دنوں کی یاد دلانے کی تاکید فرمائی: ”وَذَكِّرْهُمْ بِأَيّٰمِ اللهِ“، ”اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ“- (ابراہیم: 5)

اسی طرح کسی قوم کے لیے یہ چیز بہت اہمیت کی حامل ہے کہ وہ اپنے قومی اہمیت کے حامل دنوں کو یاد رکھے- قومی زندگی میں اپنے ہیروز کی پیروی اور مخصوص دنوں کا منانا کسی بھی قوم کی مشترکہ اقدار ثقافت اور تاریخ کی یاد دلاتا- ایسے دنوں کے منانے سے ایک طرف تو اتحاد و یکجہتی کے جذبے میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف بطور فرد اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑے مقصد اور نظریے کا اہم حصہ ہے جس سے انسان اپنی ترجیحات میں ذاتی مفاد کی بجائے قومی مفاد کو بھی شامل کرتا ہے اور اسے اہمیت دیتا ہے- 23 مارچ کا دن آج ہماری قوم کو اپنے ماضی کا تنقیدی جائزہ لینے کا بھی موقع فراہم کرتا کہ ہم کس حد تک بانیان پاکستان کے نظریات سے جڑے ہوئے ہیں- یوم پاکستان کے موقع پر ہمیں ضرور سوچنا چاہیے کہ کونسی ایسی اقدار اور رول ماڈلز ہیں جس سے بطور معاشرہ ہم متاثر (Inspire) ہوتے ہیں- ہر سال قومی دنوں کا منانا ہمیں یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم اس بات کا تجزیہ کر سکیں کہ کیا ہم اپنے متعین کیے ہوئے اہداف کی طرف سفر کر رہے ہیں یا نہیں- بقول شاعر:

لوٹ جا عہد نبی کی سمت رفتار جہاں پھر مری پسماندگی کو ارتقاء درکار ہے

رمضان المبارک میں سیرت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے واقعات

مفتی محمد صدیق خان قادری

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کو ایسا بابرکت مہینہ بھی عطا کیا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سمندر پورے جوبن کے ساتھ ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے- اُسے رمضان المبارک کہتے ہیں- یہ وہ مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے- گویا بندگان خدا کو اپنی دنیا اور آخرت سنوارنے کا پورا موقع فراہم کر دیا جاتا ہے- یہی وجہ ہے کہ اس ماہِ مقدس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے-

رمضان المبارک میں سیرت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حوالے سے کئی واقعات رونما ہوئے ہیں- لہٰذا زیر نظر مضمون میں ہم اُن میں سے چند واقعات کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں-

نزول قرآن:

سیرت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اہم اور بنیادی جز قرآن مجید کا نزول ہے - قرآن مجید ہدایت کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ ساتھ آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معجزہ بھی ہے کہ جس کے سامنے عرب کے سرخیل فصحاء وبلغاء بھی عاجز ہوگئے اور اِس کے مقابلے کی تاب نہ لاسکے- اس قرآن مجید کے نزول کا آغاز بھی رمضان المبارک میں ہُوا-

فرمان باری تعالیٰ ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ[1]

”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں“-

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ“[2]

”یقیناً ہم نے اس (قرآن مجید کو) شب قدر میں نازل فرمایا“-

غزوہ بدر:

ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک کی 17 تاریخ کو غزہ بدر کا واقعہ پیش آیا حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تمام غزوات میں سے یہ بہت عظیم غزوہ تھا، کیونکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی عزت اور شان و شوکت کو واضح کر دیا- اس دن کو یوم الفرقان سے تعبیر کیا گیا ہے، کیوں کہ اس سے حق وباطل کے درمیان فرق رونما ہُوا تھا-

آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بارہ رمضان المبارک کو ایک مختصر سا لشکر جو کہ 313 افراد پر مشتمل تھا لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہُوئے ادھر کفار مکہ بھی آلات حرب سے مکمل لیس ہو کر لگ بھگ ایک ہزار کا لشکر لے کر نکلے جس میں ابو جہل سمیت دیگر سرداران مکہ شامل تھے دونوں لشکر بدر کے مقام

[1] (البقرۃ:185)

[2] (القدر:1)

پر آمنے سامنے آ گئے ، آقا کریم (ﷺ) نے اپنے لشکر کو قریش کے سب سے قریب کنویں پر اُتارا اور اُس پر حوض بنا کر پانی سے بھر لیا اور دوسرے کنوؤں کو بند کر دیا- پھر آپ (ﷺ) بذات خود معرکہ کی جگہ تشریف لے گئے اور دست مبارک کے اشارے سے فرماتے تھے کہ یہ فلاں کافر کے مارے جانے کی جگہ ہے اور یہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے، جیسا کہ حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا تھا لڑائی میں ویسا ہی ہُوا کوئی بھی کافر اشارے کی جگہ سے آگے پیچھے نہیں مرا-

جب رات ہُوئی تو آپ (ﷺ) تمام رات بیدار اور مصروف دُعا رہے صبح ہوئی تو صحابہ کرام کو نماز کیلئے آواز دی اور نماز سے فارغ ہو کر جہاد پر وعظ فرمایا- پھر آپ صف آرائی میں مصروف ہوگئے آپ کے دست مبارک میں ایک تیر کی لکڑی تھی جس سے آپ کسی کو اشارہ فرماتے کہ آگے ہو جاؤ اور کسی سے ارشاد فرماتے کہ پیچھے ہو جاؤ -چنانچہ حضرت سواد بن غزیہ انصاری جو صف سے آگے نکلے ہُوئے تھے، آپ (ﷺ) نے اس لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا اے سواد برابر ہو جاؤ- حضرت سواد نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ نے مجھے ضرب شدید لگائی ہے، حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق و انصاف کے ساتھ بھیجا ہے، آپ مجھے قصاص دیں، یہ سن کر حضور نبی کریم (ﷺ) نے اپنا شکم مبارک سے کپڑا ہٹا دیا اور فرمایا اپنا قصاص لے لو اس پر حضرت سواد رسول اکرم (ﷺ) سے لپٹ گئے اور آپ (ﷺ) کے شکم مبارک کو بوسہ دینے لگ گئے-

آپ (ﷺ) نے پوچھا اے سواد تو نے ایسا کیوں کیا حضرت سواد نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) موت حاضر ہے میں نے چاہا کہ آخر میں میرا بدن آپ کے بدن اطہر سے مس کر جائے یہ سن کر آپ (ﷺ) نے اُن کیلئے دُعائے خیر فرمائی-

جب دونوں فوجیں جنگ کیلئے تیار ہوئیں آپ (ﷺ) صفیں درست فرمانے کے بعد عریش میں تشریف لائے عریش میں بجز یار غار آپؓ کے ساتھ کوئی نہ تھا اُس وقت آپ (ﷺ) قبلہ رو ہو کر دُعا فرمانے لگے ، یا اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کر یا اللہ تو نے جو کچھ مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا کر ، یا اللہ اگر یہ مٹھی بھر مسلمان شہید کر دیئے گئے تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہو گا، آپ (ﷺ) بڑے سوز و گداز کے ساتھ دُعا فرما رہے تھے، اسی دوران آپ (ﷺ) پر غنودگی طاری ہو گئی جب بیدار ہُوئے تو فرمایا:

”اے ابو بکر! مبارک ہو اللہ کی نصرت آ پہنچی حضرت جبرائیل امین (علیہ السلام) گھوڑے پر سوار باگ پکڑے آ رہے ہیں“-

اسی انعام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا:

”اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ“[3]

”جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سُن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار فرشتوں کی قطار سے“-

آقا کریم (ﷺ) نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر کفار کی طرف پھینک دی تو کوئی مشرک ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں کنکریاں نہ ہوں-

[3](الانفال:9)

اب باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی نصرت الٰہی مسلمانوں کے ساتھ تھی اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بڑی جانفشانی کے ساتھ لڑرہے تھے دوران جنگ بڑے عجیب و غریب واقعات بھی رونما ہُوئے حضرت عکاشہ بن محصن کفار سے جہاد کرنے میں مصروف تھے تو اچانک ان کی تلوار ٹوٹ گئی وہ دوڑے دوڑے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے پیارے محبوب میری تلوار ٹوٹ گئی ہے اب میں کس سے لڑوں ، سرکار دوعالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک لکڑی پڑی تھی وہی اُٹھا کر دے دی اور فرمایا:

"قاتل بھذا یاعکاشة"

"اے عکاشہ! اس سے دشمن کے ساتھ جنگ کرو"۔

جب حضرت عکاشہ نے اُسے پکڑ کر لہرایا تو وہ لکڑی تلوار بن گئی اور اُس کا لوہا بڑا سخت تھا، اُس کی رنگت سفید تھی، حضرت عکاشہ اس کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح مبین عطا فرمادی یہ تلوار العون کے نام سے مشہور ہوئی اس کے بعد وہ تمام غزوات میں اسی تلوار سے جنگ کرتے رہے۔[4]

گھمسان کے معرکے کے وقت اللہ تعالیٰ نے کفار کو مسلمان اپنے سے دوگنا دکھائے جس سے اُن پر رعب طاری ہوگیا، قتل کا بازار گرم ہُوا تو فرشتے نظر تو نہیں آرہے تھے مگر اُن کے کام نمایاں نظر آرہے تھے، کہیں کسی مشرک کے منہ اور ناک پر کوڑے کی ضرب کا نشان پایا جاتاہے کہیں بے تلوار سر کٹتا نظر آتا تو کہیں آواز آتی (اقدم حیزوم) حیزوم آگے بڑھو (حیزوم حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کے گھوڑے کانام ہے)؛

آخر کار کفار مکہ کو بڑی عبرت ناک شکست ہُوئی اور وہ اپنا بہت سارا سازو سامان چھوڑ کر بھاگ نکلے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک عظیم فتح عطا فرمائی۔

اس جنگ میں صرف 14 صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) شہید ہوئے جبکہ کفار کے 70 افراد مارے گئے اور اتنے ہی قیدی بنالیے گئے سردارِ مکہ عتبہ ، ولید بن عتبہ ، شیبہ ، ابوجہل ، امیہ بن خلف اوران کے علاوہ کئی ایک دیگر کفار کے سرکردہ افراد مارے گئے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کے مطابق مشرکین کے مقتولین میں سے 24 رؤسا کی لاشیں ایک کنویں میں پھینک دی گئیں اور باقی کو اور جگہ پھینک دیا گیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عادت مبارکہ تھی جب دشمن پر فتح پاتے تو تین دن میدان جنگ میں قیام فرماتے، چنانچہ بدر میں بھی تین دن قیام فرمایا، تیسرے روز سوار ہوکر مقتولین کے کنویں جہاں اُن کو پھینکا گیا تھا تشریف لائے اور اُن سے یوں خطاب فرمایا۔

اے فلاں کے بیٹے، اے فلاں بیٹے فلاں کے کیا اب تمہیں تمنا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا۔ ہم نے اُسے سچ پایا، کیا تم نے بھی اُسے جو تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا سچ پایا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ان بے روح جسموں سے کیا خطاب فرمارہے ہیں اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"قسم ہے خدا کی جس کے ہاتھ میں مَیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے"۔

[4](عیون الاثر فی المغازی والشمائل والسیر، جز:1، ص:305)

تاریخ اسلامی کے اس غیر معمولی واقعہ میں مسلمانوں کیلئے ایک بنیادی سبق موجود ہے کہ اگر مسلمانوں کے سینے ایمان کامل، عشق و محبت اور یقین و توکل سے معمور ہو جائیں تو نصرت الٰہی شامل حال ہو جاتی ہے پھر ظاہری حالات، افرادی قوت اور جنگی اسلحہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔

فتح مکہ:

فتح مکہ کا واقعہ بھی رمضان المبارک میں پیش آیا اس کا سبب یہ تھا کہ قریش نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا، آقا کریم (ﷺ) 10 رمضان المبارک 8ھ کو 10 ہزار کی فوج لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) جو ابھی تک مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اپنے اہل و عیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ آرہے تھے، وہ مقام جحفہ میں آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہُوئے، آپ (ﷺ) کے حکم کے مطابق انہوں نے اہل و عیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود لشکر اسلام میں شامل ہو گئے - مقام قدید میں قبائل کو جھنڈے دیے گئے آخری پڑاؤ مر الظہران (یہ ایک جگہ کا نام ہے) تھا جہاں سے مکہ ایک منزل یا اس سے بھی کم تھا- یہاں محبوب کریم (ﷺ) نے تمام فوج کے گروہوں کو الگ الگ آگ روشن کرنے کا حکم فرمایا- قریش مکہ کو لشکر اسلام کی روانگی کی خبر پہنچ چکی تھی مزید تحقیق کیلئے انہوں نے ابو سفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو بھیجا، لہٰذا اس تجسس میں اُن کا گزر مر الظہران پر ہُوا، ابو سفیان بولا یہ اس قدر جابجا آگ کیسی ہے یہ تو شب عرفہ کی آگ کی مانند ہے، بدیل خزاعی نے کہا یہ قبیلہ خزاعہ کی آگ ہے ابو سفیان نے کہا خزاعہ گنتی میں اتنے نہیں کہ اُن کی اس قدر آگ ہو خیمہ نبوی (ﷺ) کی حفاظت پر جو دستہ متعین تھا انہوں نے ابو سفیان وغیرہ کو دیکھ لیا اور پکڑ کر رسول اکرم (ﷺ) کی خدمت میں لے آئے اور ابو سفیان ایمان لائے - جب آپ (ﷺ) یہاں سے مکہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ابو سفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو تا کہ افواج الٰہی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں - قبائل عرب کی مختلف فوجیں اپنے سربراہ کے ہمرہ ابو سفیان کے سامنے سے گزرنے لگیں بعد ازاں وہ مبارک دستہ آیا جس میں رسول اللہ (ﷺ) اور آپ کے اصحاب مہاجرین تھے اور اس دستے کا جھنڈا اٹھانے والے حضرت زبیر بن العوام تھے -

آپ (ﷺ) مکہ میں حصہ بالائی کی طرف سے داخل ہوئے یہ اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا یا ابو سفیان کے گھر پناہ لے گا یا مسجد میں داخل ہو گا، یا دروازہ بند کر لے گا اس کو امن دیا جائے گا - حصہ بالائی میں ایک جگہ آپ (ﷺ) کیلئے خیمہ نصب کیا گیا، آپ (ﷺ) نے خیمہ میں ذرا آرام فرمایا پھر غسل کیا اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر اپنی اُونٹنی قصواء پر سوار ہوئے اور حضرت اُسامہ کو اپنے ساتھ سوار کر لیا آپ (ﷺ) بڑی شان و شوکت سے کعبہ شریف کی طرف روانہ ہُوئے - آپ (ﷺ) کے دائیں بائیں آگے پیچھے مہاجرین و انصار تھے -

بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر آپ (ﷺ) نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا خانہ کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت تھے، جس کے سبب وہ خانہ خدا بت خانہ بنا ہُوا تھا- آپ (ﷺ) کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی اس سے آپ ایک ایک بت کو ٹھوکر دیتے جاتے تھے اور یہ آیت مبارک پڑھتے جاتے تھے -

"وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا"[5]

[5](الاسراء:81)

"اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا، بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا"۔

اور وہ منہ کے بل گرتے جاتے تھے جب خانہ کعبہ شریف بتوں سے پاک ہو گیا تو آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ سے کنجی لے کر دروازہ کھولا اندر داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم و اسماعیل (علیہما السلام) کے مجسمے پر نظر پڑی جن کے ہاتھوں میں جواء کھیلنے کے تیر دیئے ہُوئے تھے ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

خدا ان کو غارت کرے، اللہ کی قسم ان دونوں نے کبھی بھی تیروں سے جواء نہیں کھیلا ۔ کعبہ کے اندر کچھ تصویریں تھیں وہ مٹادی گئیں ۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا ۔ حضرت اسامہ، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہم) آپ کے ساتھ اندر رہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز پڑھی اور ہر طرف تکبیر کہی پھر دروازہ کھول دیا گیا ۔ مسجد حرام قریش کی صفوں سے بھری ہوئی تھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خانہ کعبہ کے دروازے میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا ۔ خطبہ کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قریش کی طرف متوجہ ہُوئے قریش مکہ اس ناروا سلوک کی وجہ سے خوف زدہ تھے، جو انہوں نے محبوب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کے ساتھ روا رکھا تھا وہ اس انتظار میں تھے کہ اب ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو گا ۔ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُس شہر میں واپس آگئے تھے جہاں سے اندھیری رات میں فقط صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اکیلے نکلے تھے اب داخل ہوئے ہیں تو دس ہزار جاں نثار ساتھ ہیں اور بدلہ لینے پر پوری قدرت حاصل ہے ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یوں خطاب فرمایا۔

اے گروہ قریش تم اپنے گمان میں مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو تو وہ بولے نیکی کی توقع رکھتے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں۔

یہ سن کر حضور رحمۃ اللعالمین نے فرمایا:

"آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم آزاد ہو"۔

قریش مکہ کو عام معافی دی گئی اعلان عفو کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسجد حرام میں بیٹھ گئے بیت اللہ شریف کی کنجی آپ کے دست مبارک میں تھی پھر آپ نے وہ کنجی حضرت عثمان بن طلحہ کو (رضی اللہ عنہ) عطا فرمائی۔

جب نماز کا وقت ہُوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم سے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی ۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے وہاں مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر کے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی جن میں حضرت معاویہ اور مستورات میں ان کی والدہ ہندہ بھی تھی جو حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ عنہ) کا کلیجہ چبا گئی تھی ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اُس کو بھی معاف فرما دیا، یوں مکہ بغیر کسی جنگ کے فتح ہو گیا۔

سریہ زید بن حارثہ اُم قرفہ کی طرف:

اُم قرفہ ایک عورت کا نام ہے، یہ ربیعہ بن بدر فزاری کی بیٹی تھی اور اپنے حفاظتی انتظامات میں اس کا نام بطور ضرب المثل زدعام تھا اس کے گھر میں ہر وقت پچاس مردان شمشیر زن ہر وقت موجود رہتے تھے اُس کے ایک بیٹے کا نام قرفہ تھا اسی وجہ سے اس کی کنیت ام قرفہ تھی اس کا گھر وادی القریٰ کے ایک جانب تھا ۔ جو مدینہ طیبہ سے 7 رات کی مسافت پر تھا۔

یہ سریہ ماہ رمضان المبارک سنہ 6ھ میں وقوع پذیر ہُوا اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ تجارت کی

غرض سے شام کی طرف روانہ ہوئے -ان کے پاس دیگر صحابہ کرام کے اموال تجارت بھی تھے جب وہ وادی القریٰ میں پہنچے تو قبیلہ فزارہ کی ایک شاخ بنی بدر کے بہت سے آدمی نکل آئے انہوں نے حضرت زید اور اُنکے ساتھیوں کو سخت مارا پیٹا اور سارا سامان بھی چھین لیا- انھوں نے واپس آکر بارگاہ رسالت میں یہ ماجرا عرض کیا نبی کریم (ﷺ) نے ایک لشکر ان کے ساتھ بھیجا تاکہ ان لٹیروں کی گوشمالی کرے اس لشکر کو حضور نبی کریم (ﷺ) نے نصیحت کی کہ دن کے وقت آرام کریں اور رات کو سفر کریں ،بنی بدر کے اندازہ کے مطابق جس صبح کو اس لشکر نے پہنچنا تھا اس صبح کو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی پوری تیاری کر رکھی تھی حسن اتفاق سے لشکر اسلام کا راہبر راستہ بھول گیا اور یہ لشکر اس صبح کو وہاں نہ پہنچ سکا، انتظار کے بعد وہ لوگ منتشر ہوگئے مسلمان دوسری صبح کو ایسے وقت میں پہنچے جب دشمن غفلت کی نیند سورہا تھا، مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ کرلیا اُن کے کئی آدمی مارے گئے اُم قرفہ اور اُس کی لڑکی جاریہ کو قیدی کرلیا گیا، اُم قرفہ بوڑھی عورت تھی لیکن پرلے درجے کی گستاخ اور زبان دراز تھی اس لئے مسلمانوں نے اس فتنہ باز عورت کو کیفر کردار تک پہنچادیا اور اُس کی لڑکی کو اسیر بنالیا، ان ڈاکوؤں کو ان کے کرتوتوں کا مزا چکھانے کے بعد حضرت زید اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آگئے -[6]

سریہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ):

حضور نبی کریم (ﷺ) نے سن 10ھ رمضان المبارک میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو یمن کی طرف بھیجا ان کے لیے جھنڈا باندھا اور انہیں اپنے ہاتھ سے عمامہ مبارک باندھ کر روانہ کیا اور فرمایا، جب تم اُن کے پاس جاؤ تو جنگ میں پہل نہ کرنا بلکہ انہیں کلمہ توحید کی دعوت دینا اگر وہ مان جائیں تو انہیں نماز کا حکم دینا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے وسیلے سے اُن میں سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے ہر اُس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے-

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) تین سو سواروں کے ہمراہ عازم سفر ہوئے جب اُس علاقہ میں پہنچے اور اُن کے لشکر کے ساتھ آمنا سامنا ہُوا، تو حکم کے مطابق آپ نے انہیں پہلے اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کردیا اور مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں کی بارش کردی ،آپ نے فوراً صف بندی کرکے جھنڈا حضرت مسعود بن سنان کو عطا کیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑے اور اُن کے بیس افراد کو تہ تیغ کردیا وہ شکست کھا کر منتشر ہوگئے - پھر ان کے پاس جاکر انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے یہ دعوت تیزی سے قبول کرلی ان کے کئی رؤسا نے حضرت علی المرتضی (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرلی انہوں نے عرض کی یہ ہمارے صدقات ہیں ان میں سے رب تعالیٰ کا حق لے لیں-حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے مال غنیمت جمع کیا اور پھر واپس تشریف لائے-[7]

سریہ حضرت سعد بن زید الاشہلی:

مشلل کے مقام پر ایک بہت بڑا بت تھا جس کا نام منات تھا-اوس، خزرج اور غسان کے قبائل اس کی پوجا کیا کرتے تھے سرکار دوعالم (ﷺ) نے حضرت سعد بن زید الاشہلی کو بیس سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا-

تاکہ منات بت کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں-جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں ایک خادم بیٹھا ہُوا تھا، اس نے حضرت سعد سے پوچھا آپ کیسے آئے ہیں- آپ نے فرمایا میں تمہارے

[6](امتاع الاسماع، جز:1، ص:270)

[7](سیرۃ النبویہ از احمد بن زہبی دحلان، ج:2، ص:247)

اس جھوٹے خدا کو گرانے کیلئے آیا ہوں - اُس نے کہا، تم جانو اور وہ جانے مَیں کوئی مداخلت نہیں کروں گا - چنانچہ وہ ایک طرف ہو گیا، حضرت سعد چل کر منات کی طرف گئے وہاں سے ایک برہنہ عورت نکلی جو سیاہ فام تھی اس کے سر کے بال بکھرے ہُوئے تھے وہ واویلا کر رہی تھی اور سینہ کوبی کر رہی تھی -

اس کے نوکر نے کہا اے منات یہ ہیں تیرے نافرمان - حضرت سعد نے اس عورت پر وار کیا اور اُس قتل کر دیا پھر اپنے مجاہدین کے ساتھ مل کر اُس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے - فرمان رسالت کی تعمیل کرنے کے بعد حضرت سعد واپس آئے اُس دن رمضان المبارک کی چوبیس تاریخ تھی -[8]

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی شہادت :

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا تم کو اُس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک کہ تمہاری اس جگہ ضرب نہ لگائی جائے اور تمہاری یہ جگہ خون سے رنگین نہ ہو جائے ، اور آپ نے اپنی داڑھی مبارک اور سر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا قوم کا سب سے بدبخت شخص تم کو شہید کرے گا جیسے قوم ثمود کے بدبخت آدمی نے اللہ کی اُونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں -

امام محمد بن سعد بیان کرتے ہیں کہ خوارج کے تین شخص مکہ میں جمع ہوئے عبد الرحمن بن ملجم، برک بن عبد اللہ اور عمرو بن بکیر انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ وہ تین شخصوں کو قتل کریں گے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص؛ اور ان کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے، ابن ملجم نے کہا کہ میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا، بَرک نے کہا میں معاویہ کو اور عمرو بن بکیر نے کہا میں عمرو بن عاص کو قتل کروں گا وہ سب ایک دوسرے سے عہد وپیمان کر کے اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے، ابن ملجم نے شبیب اشجعی کو اپنا ہم راز بنایا اور اُس کو ساتھ لیا - جب فجر کی نماز کے وقت حضرت علی مسجد میں آئے تو یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے نعرہ مارا اے علی حکومت اللہ کی ہے تمہاری نہیں ابن ملجم نے تلوار ماری جو آپ کی پیشانی کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شبیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ اُن کو پکڑنے کیلئے دوڑے شبیب بھاگ گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا، جب اُس کو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس لایا گیا تو حضرت علی نے فرمایا اس کو آرام سے رکھو اگر میں زندہ رہا تو میں اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں فوت ہو جاؤں تو اس کو مار دینا حضرت علی جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور 19 رمضان سنہ 40ھ کو وفات پائی بعض روایات میں 21 رمضان کا ذکر بھی آیا ہے -

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اور عبد اللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہم) نے آپ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی تدفین کے بعد ابن ملجم ملعون کو قتل کر دیا گیا -[9] وہ خبیث تو اپنے انجام کو پہنچ گیا مگر اس کے شیطانی چیلے آج تک بُغضِ علی کو ہوا دیتے پھرتے ہیں - اللہ پاک اپنے پیاروں کے بغض وعناد سے ہم سب کو محفوظ رکھے حدیث پاک میں ہے کہ بیشک جو اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہے -

☆☆☆

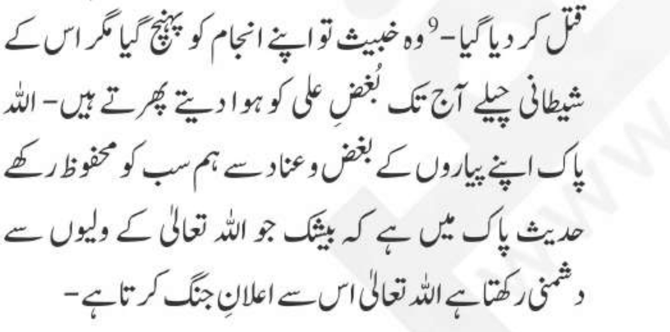

[8] (عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، جز:2، ص:234)

[9] (اسد الغابہ، جز:4، ص:102)

قرآن مجید اور سیدنا علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)

فکری خطاب: صاحبزادہ سُلطان احمد علی

سیکریٹری جنرل :اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین
خانوادۂ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھو قدس اللہ سرّہٗ

(میلادِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و حق باھو کانفرنس، اسلام آباد 19 جنوری 2025ء)

حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابو ایوب (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"حَقُّ عَلِيٍّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ"[1]

"مسلمانوں پر علی (رضی اللہ عنہ) کا حق ایسے ہے جیسے والد کا اپنی اولاد پر ہوتا ہے"۔

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت کرنا اور آپ (رضی اللہ عنہ) کی ذات گرامی سے اپنے روحانی اور دینی تعلق کو غیر متزلزل طور پہ مضبوط کرنا یہ مومن کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا اپنے والد سے محبت کرنا- کیونکہ ایک اچھی اولاد کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنے والد کی طلبگار بھی ہوتی ہے اور حب دار بھی- لہٰذا امیر المؤمنین سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) سے وفاداری اور حب داری ہمارے ایمان کا حصہ ہے- ترمذی شریف کی حدیث ہے:

"عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ (رضی اللہ عنہ)، قَالَ: فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَّا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا: كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ"[2]

"حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: میں نے آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! بے شک میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے اگر تم اسے پکڑ لوگے ہر گز گمراہ نہیں ہوگے: وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت (یعنی) میرے اہل بیت"۔

اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) میں امیر المؤمنین حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نمایاں ترین ذات گرامی ہیں- قرآن کریم اور سیدنا علی المرتضٰی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"عَلِيٌّ مَّعَ الْقُرْآنِ وَ الْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ لَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ"[3]

"حضرت علی المرتضٰی (رضی اللہ عنہ) قرآن کے ساتھ اور قرآن حضرت علی المرتضٰی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ دونوں مجھ سے حوض کوثر پر آملیں گے"۔

ایک اور مقام پہ امام احمد بن حنبل (المتوفی: 241ھ) "فضائل الصحابہ"، امام ابو جعفر الطحاوی (المتوفی: 321ھ)، "شرح مشکل الآثار" میں اور امام ابن ابی شیبہ "مصنف ابن ابی شیبہ" میں روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے- ہم میں سے کوئی بھی بات نہیں کر رہا تھا گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں- تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا يُقَاتِلُ النَّاسَ عَلٰى تَأْوِيْلِ الْقُرْآنِ كَمَا قُوْتِلْتُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ فَقَامَ أَبُوْبَكْرٍ، فَقَالَ: أَنَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: لَا فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: أَنَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: لَا وَ لٰكِنَّهٗ

[1](مناقب امیر المومنین علی بن ابی طالب)
(تاریخ دمشق)
(مختصر تاریخ دمشق)

[2](سنن ترمذی، کتاب المناقب اہل بیت النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

[3](جامع الاحادیث)
(مجمع الزوائد)
(المستدرک للحاکم)
(المعجم الاوسط)
(کنز العمال)

خَاصَفَ النَّعْلَ فِي الْحُجْرَةِ قَالَ فَخَرَجَ عَلَيْنَا عَلِيٌّ وَمَعَهُ نَعْلُ رَسُولِ اللهِ (ﷺ) يُصْلِحُ مِنْهَا"[4]

"تم میں سے ایک آدمی ہو گا جو لوگوں سے قرآنی تاویل پر قتال کرے گا جیسا کہ اس کی تنزیل (یعنی اترنے) پر تم سے قتال کیا گیا تھا- پس حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اٹھے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا وہ شخص میں ہوں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: نہیں- پس حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا وہ شخص میں ہوں؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: نہیں- بلکہ وہ شخص حجرے میں جوتے کو پیوند لگا رہا ہے- حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ پس حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ہمارے پاس آئے اس حال میں کہ ان کے پاس رسول اللہ (ﷺ) کی نعلین مبارک تھی جنہیں وہ ٹھیک کر رہے تھے"-

قرآن کریم وحی تھی اور دلیلِ نبوت، اس بات پہ صحابہ کرام نے کفار سے جہاد کیا، حضور نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ اسی طرح بعض منافقین قرآن پاک کی تاویل میں جھگڑا کریں گے جو قرآن کریم کی تاویل پہ جہاد بالحق کرے گا وہ سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) ہوں گے- اس لئے سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کو اور قرآن کریم کو ایک مقام پہ نہیں بلکہ کئی مقام پہ ایک ساتھ بیان کیا- تاکہ امت کو یہ ذہن نشین ہو جائے کہ قرآن کریم کی راہ سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کی راہ ہے اور سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کی راہ قرآن کریم کی راہ ہے، قرآن حضرت علی سے جدا نہیں حضرت علی قرآن سے جدا نہیں-

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو یہ سعادت اور اعزاز حاصل ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) کی ابتدائی تربیت اور پرورش آقا پاک (ﷺ) نے فرمائی- جیسا کہ "السیرۃ النبویۃ لابن ھشام" میں مذکور ہے کہ:

"وَكَانَ مِمَّا أَنْعَمَ اللهُ (بِهٖ) عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهٗ كَانَ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللهِ (ﷺ) قَبْلَ الْإِسْلَامِ، فَلَمْ يَزَلْ عَلِيٌّ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ (ﷺ) حَتّٰى بَعَثَهُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى نَبِيًّا"[5]

"اور آپ (رضی اللہ عنہ) پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے یہ بھی تھا کہ اسلام سے پہلے آپ (رضی اللہ عنہ) آقا پاک (ﷺ) کے زیر نگرانی تربیت میں رہے اور سیدنا حضرت علیؓ ہمیشہ رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ پاک نے آپ (ﷺ) کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا"-

امام ابن حجر الہیتمی (التوفی:974ھ) "الصواعق المحرقۃ" اور امام ابوالفرج الحلبی (التوفی:1044ھ) "السیرۃ الحلبیۃ" میں روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں جو سیدنا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں نازل ہوا ہے وہ کسی کیلئے نہیں ہوا- وہ فرماتے ہیں کہ:

"نَزَلَ فِيْ عَلِيٍّ ثَلَاثُ مِائَةِ آيَةٍ"[6]

"حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حق میں 300 آیات نازل ہوئی ہیں"-

اہلِ علم نے ان آیات کریمہ کی تقسیم اس طرح کی ہے کہ کچھ آیات کریمہ ایسی ہیں جو اس طبقہ کیلئے نازل ہوئیں جن میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) شامل تھے- کچھ آیات مبارکہ ایسی ہیں جو ان مواقع پر نازل ہوئیں جن مواقع کے مصداق سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) تھے اور کچھ آیات کریمہ ایسی ہیں جو براہِ راست سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئیں- ان آیات کریمہ میں سے چند آیات کریمہ یہاں برکت کیلئے پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ قرآن کریم کہاں کہاں توصیفِ علی (رضی اللہ عنہ) میں ناطق ہے-

پہلی آیت

"لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ"[7]

[4](فضائل الصحابۃ) (مصنف ابن ابی شیبہ) (شرح مشکل الآثار) (جامع الأحادیث)
[5](السیرۃ النبویۃ لابن ھشام) (السیرۃ الحلبیۃ)
[6](الصواعق المحرقۃ)
[7](الحشر:8)

"ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ اور رسول کریم (ﷺ) کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے ہیں"-

اس آیت کریمہ میں مہاجرین کی تعریف کی گئی ہے اور یہ مہاجرین کیلئے نازل ہوئی اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) مہاجرین میں شامل ہیں-اس لیے اس آیت کریمہ کے مصداق سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) ہیں کیونکہ قرآن کریم نے تصدیق کی ہے سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) سچے ہیں-

دوسری آیت

"مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا"[8]

"مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی"-

یاد رکھیں! یہ مومنین کا وہ وعدہ تھا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا کہ وہ اپنی جانیں اپنے مال سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دین کی سربلندی کے لئے قربان کر دیں گے-ان مومنین میں سے کچھ ایسے تھے جنہوں نے اپنے رتبہ شہادت کو پالیا تھا اور جبکہ کچھ ایسے تھے جو ابھی اپنی شہادت کے انتظار میں تھے اور ان کا یہ عہدِ شہادت اس قدر پختہ اور قوی تھا کہ کہ وہ اس میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں کرتے تھے- بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو آقا پاک (ﷺ) کے عہد میں شہادت ملی اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ان صحابہ میں شامل تھے جنہیں خود حضور نبی کریم (ﷺ) نے شہادت کی بشارت دی تھی اور وہ اس بر حق دن کا انتظار کرتے تھے-

تیسری آیت

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا"[9]

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں- آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں"-

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی "تفسیر مظہری" میں سیدنا حضرت امام حسن بصری (رضی اللہ عنہ) سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

- "وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ" سے مراد حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہیں (کیونکہ ایمان لانے کے بعد اسلام کی تبلیغ کرنے میں حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) آپ (ﷺ) کے ساتھ ساتھ تھے-)
- "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" سے مراد حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہیں-(آپؓ کا کفار پر سخت ہونا بہت مشہور ہے) ایک شخص نے رسول اللہ (ﷺ) کا فیصلہ ماننے میں تاَمّل کیا تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اُس کو قتل کر دیا یہ اُن کے مزاج میں کفار پر سختی کا تقاضا تھا کہ اُنہوں نے قریش مکہ سے صُلح کرنے کے معاملہ میں بہت ترڈّد کیا-
- "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" سے مراد حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) ہیں- (کیونکہ آپ بہت نرم دل تھے جب مسجد نبوی میں مسلمانوں کیلئے جگہ کم تھی تو آپؓ نے مسجد نبوی کی توسیع کی، مسلمانوں کیلئے میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا تو رومانام کا کنواں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کیا- غزوۂ تبوک کے لشکر کیلئے 300 اونٹ مع سازوسامان مہیا کیے، خود جان پر کھیل گئے لیکن اپنی حفاظت کیلئے مدینۃ النبی میں مسلمان فوجوں کو بلانے کی اجازت نہیں دی)-
- "تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا" سے مُراد سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) ہیں، جن کی اکثر راتیں رکوع اور سجود میں گزرتی تھیں-
- "يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا" سے مراد باقی عشرہ مبشرہ (رضی اللہ عنہم) ہیں-

[8](الاحزاب:23)

[9](الفتح:29)

چوتھی آیت

جب حضور نبی کریم (ﷺ) نے نجران کے عسائیوں پر آیات کریمہ تلاوت کیں تو انہوں نے انکار کر دیا اور آپ (ﷺ) کے سمجھانے سے نہ سمجھے اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے تو پھر ان کے بارے میں آیت مباہلہ نازل ہوئی:

"فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ"[10]

"پس آپ کے پاس علم آجانے کے بعد جو شخص عیسیٰ (علیہ السلام) کے معاملے میں آپ سے جھگڑا کرے تو آپ فرما دیں کہ آجاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی (ایک جگہ پر) بلا لیتے ہیں، پھر ہم مباہلہ (یعنی گڑگڑا کر دعا) کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں"۔

"صحیح مسلم" کی روایت ہے کہ شہادتِ علی کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) کو کہا گیا کہ آپ حضرت علی کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے، تو آپ نے فرمایا:

"مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق فرمائی تھیں اس لئے میں کبھی ان کو برا نہیں کہہ سکتا۔ اگر ان تین باتوں میں سے صرف ایک بات بھی میرے لئے فرمائی ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ عزیز تھی۔

1- جب رسول اللہ (ﷺ) نے بعض مغازی میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو پیچھے مدینہ میں چھوڑ دیا تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا، تو اُس وقت میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے یہ فرماتے ہوئے سنا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے ہارون (علیہ السلام) تھے- البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا-

2- غزوہ خیبر کے دن میں نے آپ (ﷺ) سے یہ سنا کہ کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم (ﷺ) سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) اس سے محبت کرتے ہیں- حضرت سعد نے کہا کہ پھر ہم سب اس کے انتظار میں تھے کہ آپ (ﷺ) کس کو بلاتے ہیں- آپ (ﷺ) نے فرمایا علیؓ کو میرے پاس لاؤ- حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو لایا گیا- حالانکہ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں آپ (ﷺ) نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کو جھنڈا عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر خیبر فتح کر دیا-

3-"وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: {فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ} [آل عمران: 61] دَعَا رَسُولُ اللهِ (ﷺ) عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِيْ"[11]

"اور جب آیت نازل ہوئی کہ آپ کہیے! آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ تو رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور فرمایا کہ اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں"۔

مفسرین اور محدثین کرام کے نزدیک یہاں "اَبْنَآءَنَا" سے مراد سیدنا امام حسن اور امام حسین (رضی اللہ عنہما) ہیں- "نِسَآءَنَا" سے مراد سیدہ کائنات خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) ہیں- امام ابنِ ابی حاتم (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی مشہور زمانہ تفسیر "تفسیر ابن ابی حاتم" میں لکھتے ہیں کہ "اَنْفُسَنَا" سے مراد تاجدارِ انبیاء (ﷺ) اور حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) ہیں-

لہذا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اس آیت مباہلہ کے بطور خاص مصداق ہیں-

پانچویں آیت

"اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ"[12]

"بھلا وہ شخص جو صاحبِ ایمان ہو اس کی مثل ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو، (نہیں) یہ (دونوں) برابر نہیں ہو سکتے"۔

[10] (آلِ عمران:61)

[11] (صحیح مسلم، کتاب فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ رَضِی اللهُ عَنْهُمْ)

[12] (السجدہ:18)

امام ابن جریر ابو جعفر الطبری (المتوفی: 310ھ) "تفسیر طبری" میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"وَذُكِرَ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ"

"اور ذکر کیا گیا کہ بے شک یہ آیت کریمہ حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اور ولید بن عقبہ کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت عطا بن یسار (رضی اللہ عنہ) اس آیت کریمہ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"حضرت علی مرتضٰی (رضی اللہ عنہ) سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کسی بات میں جھگڑ رہا تھا، دورانِ گفتگو میں کہنے لگا خاموش ہو جاؤ تم لڑکے ہو میں بوڑھا ہوں میں بہت زبان دراز ہوں، میری نوکِ سنان تم سے زیادہ تیز ہے، میں تم سے زیادہ بہادر ہوں، میں بڑا جھتے دار ہوں، حضرت علی مرتضٰی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

"اُسْكُتْ، فَإِنَّكَ فَاسِقٌ فَأَنْزَلَ اللهُ فِيهِمَا: أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ"

"خاموش ہو جاؤ، پس تم فاسق ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: بھلا وہ شخص جو صاحب ایمان ہو اس کی مثل ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو، (نہیں) یہ (دونوں) برابر نہیں ہو سکتے"۔

یعنی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا فرمانا تھا کہ تو فاسق ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی کیونکہ اس آیت کریمہ میں جو مومن ہیں وہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ہیں اور جو فاسق ہے وہ ولید بن عقبہ ہے۔

چھٹی آیت

"أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللهِ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ"[13]

"کیا تم نے (محض) حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کی آبادی و مرمت کا بندوبست کرنے (کے عمل) کو اس شخص کے (اعمال) کے برابر قرار دے رکھا ہے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لے آیا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کے حضور برابر نہیں ہو سکتے، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا"۔

امام ابو منصور سمعانی الشافعی (المتوفی: 489ھ) "تفسیر القرآن" میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی۔ اس آیت کا ظاہر بلاشبہ اس کے قول کو باطل کرتا ہے مشرکین میں سے جس نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد کو آباد کرنے پر فخر کیا۔ جیسا کہ امام سدی نے ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: قبل از قبولِ اسلام بعض سرداروں نے حاجیوں کو پانی پلانے میں فخر کیا اور شیبہ نے (مسجد حرام) تعمیر کرنے پر فخر کیا اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے اسلام اور جہاد کے ساتھ اظہار فخر کیا پس اللہ تعالیٰ نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی تصدیق کر دی اور ان دونوں کو جھٹلا دیا اور یہ خبر دے دی کہ مسجد کی آبادی کفر کے ساتھ نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ایمان، عبادت اور طاعت و فرمانبرداری کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ بات اتنی بین و واضح ہے کہ اس پر کوئی غبار نہیں"۔

حضور مولیٰ کائنات (رضی اللہ عنہ) کی تصدیق اور تائید میں اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ نازل فرمادی۔

ساتویں آیت

"سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا"

"جب تم (خیبر کے) اموالِ غنیمت کو حاصل کرنے کی طرف چلو گے تو (سفر حدیبیہ میں) پیچھے رہ جانے والے لوگ کہیں گے: ہمیں بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے پیچھے ہو کر چلیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں۔ فرما دیجئے: تم ہرگز ہمارے پیچھے نہیں آسکتے اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا تھا۔ سو اب وہ کہیں گے:

[13](التوبہ:19)

بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، بات یہ ہے کہ یہ لوگ (حق بات کو) بہت ہی کم سمجھتے ہیں"۔

آٹھویں آیت

"لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا"[14]

"بیشک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو (جذبۂ صِدق و وفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت ہی قریب فتح (خیبر) کا انعام عطا کیا"۔

ان دو آیات کریمہ میں بالعموم امتِ مسلمہ کے لئے اور بالخصوص صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کیلئے فتح خیبر کی بشارت ہے۔ اس لئے یہ آیت کریمہ بالخصوص حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئی۔ جیسا کہ "صحیح بخاری" کی حدیث مبارک ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر آقا پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ، أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ، غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ، يَفْتَحُ اللهُ عَلَيْهِ"[15]

"کل میں ضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) محبت کرتے ہوں گے (اور) جس کے ہاتھ پر اللہ پاک فتح عطا فرمائے گا"۔

نویں آیت

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ"[16]

"(اے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری شرح صحیح البخاری" میں لکھتے ہیں کہ اس (فتح خیبر والی) حدیث مبارک میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ"[17] فَكَأَنَّهُ أَشَارَ إِلَى أَنَّ عَلِيًّا تَامُّ الْاِتِّبَاعِ لِرَسُوْلِ اللهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وَلِهٰذَا كَانَتْ مَحَبَّتُهُ عَلَامَةَ الْإِيْمَانِ وَبُغْضُهُ عَلَامَةَ النِّفَاقِ"[18]

"(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا۔ اس حدیث مبارک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) حضور نبی کریم کی کامل اتباع کرنے والے تھے (حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ متصف ہو گئے) اسی وجہ سے ان سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے"۔

گویا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایک ایک قول اور عمل کی اس حد تک اتباع کی کہ اللہ تعالیٰ نے محبتِ علی (رضی اللہ عنہ) کو ایمان اور نفاق کے درمیان کسوٹی بنا دیا کہ جو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتا ہے وہ مومن ہے اور جو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی آگے لکھتے ہیں: "مسلم شریف" کی روایت ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

"وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) أَنْ لَّا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ"

"اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا فرمایا بے شک آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے یہ عہد فرمایا کہ مجھ سے صرف وہی محبت کرے گا جو مومن ہو گا اور وہی مجھ سے بغض رکھے گا جو منافق ہو گا"۔

متفق علیہ حدیث پاک ہے جسے حضرت ابو سعید خدری اور کئی دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے روایت کیا کہ مدینہ منورہ میں ہم پہ ایک ایسا وقت آیا جب مومن اور منافق کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو گیا کہ کون مومن ہے اور کون منافق ہے۔ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

[14] (الفتح:18)
[15] (صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر)
[16] (آل عمران:31)
[17] (آلِ عمران:31)
[18] (فتح الباری شرح صحیح البخاری)

"إِنَّا كُنَّا لَنَعْرِفُ الْمُنَافِقِيْنَ نَحْنُ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ بِبُغْضِهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ"[19]

"بے شک ہم جماعتِ انصار، منافقین کو حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے بغض کی وجہ سے پہچان لیتے تھے"۔

یعنی منافق کو پہچاننے کی کسوٹی ذکرِ علی (رضی اللہ عنہ) ہوتا تھا۔ جب منافق کو پہچاننا ہوتا تو ذکرِ علی (رضی اللہ عنہ) شروع کر دیتے تھے۔ مومن کا چہرہ ہشاش بشاش ہو جاتا اور منافق کے چہرے پر بل پڑ جاتے تھے۔ پس ہم پہچان جاتے تھے کہ یہ منافق ہے۔ دوستو! صحابہ کا بنایا ہوا یہ طریقہ کار آج بھی نہایت کار گر ہے، میں خود گواہ ہوں اس بات کا کہ ذکرِ علی (رضی اللہ عنہ) پہ بعض چہرے اترتے بگڑتے دیکھے ہیں۔

دسویں آیت

"إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا"[20]

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو (خدائے) رحمن ان کے لیے (لوگوں کے) دلوں میں محبت پیدا فرمادے گا"۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) "تفسیر مظہری" میں مذکورہ آیت کے ضمن میں امام طبرانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ:

"یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئی:

يَجْعَلُ اللهُ تَعَالٰى مَحَبَّتَهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ سَائِرِ الْخَلَائِقِ غَيْرَ الْكَافِرِيْنَ

"اللہ تعالیٰ نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی محبت کو سوائے کافروں کے تمام مؤمنوں اور ساری مخلوق کے دلوں میں ڈال دیا"۔

لہٰذا اولیاء اللہ، صالحین، صحابہ کرام، اہل بیت کرام اور حضور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کی محبت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اس لئے بارگاہِ الٰہی میں خود کو عاجزی سے پیش کرنا چاہیے تاکہ وہاں سے محبت کی خیرات ملے۔

امام قرطبی (المتوفی: 671ھ) "تفسیر قرطبی" اور امام جلال الدین سیوطی (المتوفی: 911ھ) "تفسیر در منثور" میں لکھتے ہیں کہ:

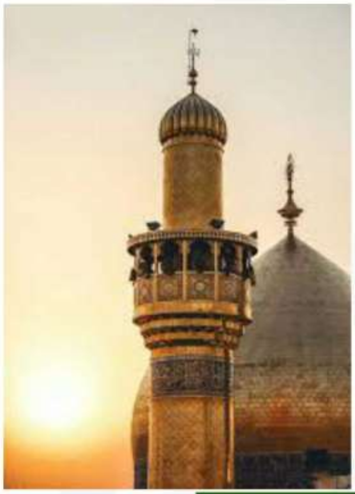

"بعض علماء نے فرمایا: یہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: اے علی تم یہ دعا مانگو

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ عِنْدَكَ عَهْدًا وَّاجْعَلْ لِيْ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَوَدَّةً فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ"

اے اللہ! میرے لیے اپنی بارگاہ سے عہد بنا دے اور میرے لیے مومنین کے دلوں میں محبت ڈال دے تو یہ آیت نازل ہوئی"۔

امام ابو الحسن الماوردی (المتوفی: 450ھ) "تفسیر النُّکَتُ وَالْعُیُوْن" میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا" میں تین وجہیں ہیں:

أَحَدُهُمَا: حُبًّا فِي الدُّنْيَا مَعَ الْأَبْرَارِ وَهَيْبَةً عِنْدَ الْفُجَّارِ اَلثَّانِيْ: يُحِبُّهُمُ اللهُ وَيُحِبُّهُمُ النَّاسُ

ایک وجہ یہ ہے کہ دنیا میں محبت ابرار لوگوں کے ساتھ ہے اور ہیبت فاجر و فاسق کے ساتھ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے اور لوگ بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے:

"أَلْقٰى لَهُ الْمَحَبَّةَ فِيْ قُلُوْبِ أَهْلِ السَّمَاءِ ثُمَّ أَلْقَاهَا فِيْ قُلُوْبِ أَهْلِ الْأَرْضِ وَ يَحْتَمِلُ ثَالِثًا: أَنْ يَّجْعَلَ لَهُمْ ثَنَاءً حَسَنًا"

"تو اس کی محبت آسمان والوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے پھر اس کی محبت زمین والوں کے دلوں میں بھی القاء کرتا

[19] (سنن الترمذی، کتاب المناقب)

[20] (مریم:96)

ہے اور تیسری وجہ یہ ہے ان کے لئے اچھی تعریف بنا دیتا ہے"۔

حضرت کعب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: بندہ جب تک دنیا میں رہتا ہے اس کے لئے دنیا میں ثناء ہوتی ہے حتیٰ کہ پھر اہل آسمان میں اس کی تعریف ہوتی ہے۔

حضرت ضحاک (رضی اللہ عنہ) حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةِ نَزَلَتْ فِيْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ لَهُ وُدًّا فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ

یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت کو مومنین کے دلوں میں پیدا فرمادیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے علی بن ابی طالب کی طرف بھیجا پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

أَنْتَ سَيِّدٌ فِي الدُّنْيَا، وَسَيِّدٌ فِي الْآخِرَةِ، مَنْ أَحَبَّكَ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ، وَحَبِيْبُكَ حَبِيْبُ اللهِ، وَعَدُوُّكَ عَدُوِّيْ، وَعَدُوِّيْ عَدُوُّ اللهِ، اَلْوَيْلُ لِمَنْ أَبْغَضَكَ مِنْ بَعْدِيْ"[21]

اے علی! تم دنیا میں سردار ہو اور آخرت میں سردار ہو۔ جس نے تجھ سے محبت کی پس تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور تمہارا حبیب اللہ کا حبیب ہے۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے ہلاکت ہے اُس کیلئے جو میرے بعد تم سے بغض رکھتا ہے۔

لہٰذا جب ہم سیدنا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتے ہیں تو ہم اس فریضہ کو ادا کرتے ہیں جو قرآن مجید اور حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمارے ذمہ لگایا ہے۔

گیارہویں آیت

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ"[22]

"اور (اس کے برعکس) لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اپنی جان بھی بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے"۔

امام فخر الدین رازی (المتوفی: 606ھ) "تفسیر کبیر" میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ان میں ایک روایت یہ ہے کہ:

"یہ آیت حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئی جب انہوں نے آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی غارِ حرا کی طرف ہجرت کے دوران آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بستر مبارک پر رات گزاری"۔

یہ جانتے ہوئے کہ کفار سازش کر رہے ہیں، حالات سخت ترین ہیں لیکن سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) نے اپنی جان حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے پیش کر دی۔

"اور روایت کیا گیا ہے کہ بے شک جب آپ (رضی اللہ عنہ) حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بستر پر سوئے تو جبریل (علیہ السلام) ان کے سر کی طرف اور میکائیل (علیہ السلام) ان کے پاؤں کی طرف کھڑے ہوئے۔ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے ندا دی:

"بَخٍ بَخٍ مَنْ مِّثْلُكَ يَا ابْنَ أَبِيْ طَالِبٍ يُبَاهِي اللّٰهُ بِكَ الْمَلَائِكَةَ وَنَزَلَتِ الْآيَةُ"

"واہ! واہ! اے ابن ابی طالب! آپؓ کی مثل کون ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر فخر کر رہا ہے فرشتوں کے سامنے اور یہ آیت نازل ہوئی"۔

یہ سکینہ کی علامت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ایسے موقعوں پر دل پہ سکینہ طاری فرما دیتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دلوں پر سکینہ طاری فرمادیا۔ جیسا کہ سورۃ انفال میں ہے کہ ایک طرف سے ہزاروں کی تعداد میں کفار کا لشکر آرہا ہے، جنگ کے طبل بج رہے ہیں اور دوسری طرف صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) مختصر تعداد میں چند گھوڑوں، چند تلواروں، چند تیر اندازوں کے ساتھ نڈر ہو کر اس لشکر کے سامنے کھڑے ہیں۔ حالانکہ خوف و ہراس کی فضا تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں پر ایسا سکینہ نازل کیا کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بدر میں اونگھ رہے تھے۔ اس قدر طمانیت کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے کہ اس کی مدد ان صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ شامل حال تھی۔

[21](فضائل الصحابۃ از امام احمد بن حنبل)

[22](البقرہ:207)

المختصر! سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) وہ ذات قدسیہ ہیں جنہیں فرشتے مبارکباد دیتے ہیں- اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے ملائکہ میں آپ (رضی اللہ عنہ) کی عزت و توصیف کو بلند فرماتا ہے-

اس لئے جتنے بھی اولیاء و صالحین ہیں جن کی غرض معرفت و ولایت، تزکیہ و تصفیہ سے تھی ان تمام نے فیضِ روحانیہ حاصل کرنے کے لئے اس بات پہ بالاتفاق اجماع کیا کہ اگر کسی کو فیض مل سکتا ہے تو اس کے لئے صرف ایک شرط ہے کہ اس کے سینے میں حُبِّ علی (رضی اللہ عنہ) ہونی چاہیے -یہی وجہ ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت کرنا اولیاء اللہ کا شیوہ و وطیرہ ہے- قطب ربانی محبوب سبحانی غوث الاعظم (رحمۃ اللہ علیہ) جن کے لئے حضرت سخی سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

بغداد شہر دی کیا نشانی اچیاں لمیاں چیراں ھُو
تن من میرا پرزے پرزے جیوں درزی دیاں لیراں ھُو
اینہاں لیراں دی گل کفنی پا کے رلساں سنگ فقیراں ھُو
بغداد شہر دے ٹکڑے منگساں باھُوؒ کرساں میراں میراں ھُو

☆☆☆☆☆

سن فریاد پیراں دیا پیرا عرض سنی کن دھر کے ھو
بیڑا اڑیا وچ کپراں دے جدھ مچھ نہ بے ہندے ڈر کے ھو
شاہ جیلانی محبوب سبحانی خبر لیو جھٹ کر کے ھو
پیر جنہاں دا میراں باھوؒ کدھی لگ دے تر کے ھو

قاضی ثناءُ اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ”تفسیر مظہری“ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ”زبدۃ الاسرار“ میں رقم کیا ہے کہ:

”مشائخ نے سیّدنا شیخ عبد القادر الجیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ؛

”رَاَیۡتُ رَسُوۡلَ اللہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فَقَالَ لِیۡ یَابُنَیَّ لِمَ لَا تَتَکَلَّمُ فَقُلۡتُ یَا اَبَتَاہُ اَنَا رَجُلٌ اَعۡجَمِیٌّ کَیۡفَ اَتَکَلَّمُ عَلٰی فُصَحَآءِ بَغۡدَادَ فَقَالَ افۡتَحۡ فَاکَ فَفَتَحۡتُ فَتَفَلَ فِیۡهِ سَبۡعًا وَّ قَالَ لِیۡ تَکَلَّمۡ عَلَی النَّاسِ وَادۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ فَصَلَّیۡتُ الظُّهۡرَ وَ جَلَسۡتُ وَ حَضَرَنِیۡ خَلۡقٌ کَثِیۡرٌ فَارۡتَجَّ عَلَیَّ فَرَاَیۡتُ عَلِیًّا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡهُ قَائِمًا بِاِزَائِیۡ فَقَالَ لِیۡ اِفۡتَحۡ فَاکَ فَفَتَحۡتُهٗ فَتَفَلَ فِیۡهِ سِتًّا فَقُلۡتُ لَهٗ لِمَ لَمۡ تُکۡمِلۡهَا سَبۡعًا قَالَ اَدَبًا مَعَ رَسُوۡلِ اللہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ثُمَّ تَوَارٰی عَنِّیۡ“

”میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا کہ آپ نے مجھے فرمایا کہ اے میرے بیٹے تم کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی نانا حضور میں ایک عجمی ہوں پس بغداد کے فصیح لوگوں سے کیسے کلام کروں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اپنا منہ کھولو- میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا کہ لوگوں کو وعظ کرو اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف حکمت اور وعظِ حسنہ سے بلاؤ- پس میں نے ظہر کی نماز ادا کی اور بیٹھ گیا- میرے سامنے بہت ساری مخلوق حاضر تھی کہ مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی -پس میں نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو اپنے سامنے کھڑا ہوا دیکھا- انہوں نے فرمایا کہ اپنا منہ کھولو- پس میں نے اپنا منہ کھولا تو انہوں نے اس میں چھ مرتبہ اپنا لعابِ دہن ڈالا- میں نے عرض کی کہ سات مرتبہ مکمل کیوں نہ کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ادبِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وجہ سے پھر آپ مجھ سے غائب ہو گئے“-

اور میں نے کہا؛

”غَوَّاصُ الۡفِکۡرِ یَغُوۡصُ فِیۡ بَحۡرِ الۡقَلۡبِ عَلٰی دُرَرِ الۡمَعَارِفِ، فَیَسۡتَخۡرِجُهَا اِلٰی سَاحِلِ الصَّدۡرِ، فَیُنَادِیۡ عَلَیۡهَا سِمۡسَارَ تَرۡجُمَانِ اللِّسَانِ، فَتَشۡتَرِیۡ بِنَفَائِسِ اَثۡمَانِ حُسۡنَ الطَّاعَۃِ، فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللہُ اَنۡ تُرۡفَعَ“

”فکر کا غوطہ خور دِل کے سمندر میں معرفت کے موتیوں پر غوطہ زن ہوتا ہے، پس وہ انہیں نکال کر سینہ کے ساحل پر لاتا ہے، پھر ان پر زبان کے ماہر ترجمان کو بلاتا ہے، پھر وہ زبان عمدہ قیمتوں کے بدلے حُسنِ اطاعت کو ایسے گھروں (مسجدوں) میں خریدتی ہے جن کو بلند کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دے رکھی ہے“-

سب نے کہا کہ یہ وہ پہلا کلام ہے جو شیخ عبد القادر (رحمۃ اللہ علیہ) نے کرسی پر تشریف رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا“-

اس لئے جو فیضِ غوثیہ ہے اس کا بنیادی فیض لعابِ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور لعابِ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) ہے-

مکہ مکرمہ میں حضرت امام احمد رضا خان (رحمۃ اللہ علیہ) سے علمِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مسئلہ پہ جب سوال ہوا کہ تو آپ نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ:

"مجھے شدید بخار تھا، میرے پاس لائبریری نہیں تھی، مَیں مکہ میں تو مسافر تھا اور جس دن یہ سوال ہوا اسی دن نمازِ عصر کے بعد میں نے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہونا تھا، لیکن میں نے نمازِ فجر پڑھ کر خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر آبِ زم زم پیا اور مراقبہ کیا- جیسے ہی میری آنکھ بیت اللہ شریف کے دروازے پر پڑی تو میں نے دروازے پر دیکھا کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف فرما ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دائیں جانب سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) اور بائیں جانب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) تشریف فرما ہیں- اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں زیارت کی تو میرے دل پہ پورا مضمون القاء ہو گیا کہ مَیں نے کیا لکھنا ہے"-

کتب میں ہے کہ وہیں بیٹھے بیٹھے آپ نے اپنی مشہور تصنیف "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" 8 گھنٹوں میں لکھی- اس کے بیان کا مدعا یہ ہے کہ ولایت ہو یا ہدایت دینے والا علم، اس فیض کی ترسیل و تقسیم سینۂ مرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے ہوتی ہے- ولایتِ علی (رضی اللہ عنہ) کے فیض کا انکار کرنے والا محروم و شقی و مقہور ہے-

لہٰذا ہمیں اپنے دلوں کو اس محبت کیلئے تیار رکھنا چاہیے جس محبت کے بغیر یہ دل کا پیمانہ کبھی لبریز نہیں ہو سکتا- کیونکہ اصل بات دل کی ہے اور نیت انسان کے دل میں ہوتی ہے- حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً فَاِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ"[23]

"بیشک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہی صحیح ہے تو سارا جسم صحیح ہے اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے خبردار! وہ دِل ہے"-

دل کی اصلاح کے لئے عارفین نے مختلف طریقے بیان کئے لیکن حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے دل کی اصلاح کے لئے تصور اسم اللہ ذات کو اختیار فرمایا ہے- جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

نال تصور اسم اللہ دے دم نوں قید لگائیں ھو

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو پاکیزگی نصیب ہوتی ہے جیسا کہ حدیث مبارک ہے:

"لِكُلِّ شَیْءٍ صِقَالَةٌ وَّ صِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللهِ تَعَالٰی"[24]

"ہر چیز کو صاف کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی آلہ ہوتا ہے دل کو صاف کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے"-

اصلاحی جماعت کی یہی دعوت ہے کہ اولیاء اللہ پاکئ قلب کی دعوت دیتے ہیں اس لئے بالخصوص نوجوان نسل کو اس تربیت کی ضرورت ہے- آج کی مادہ پرست دنیا کا سب سے بڑا چیلنج یہی ہے کہ وہ اس باطنی تربیت سے دور کرتی ہے- اس مادہ پرستی کی تہذیب کے تحت پروان چڑھنے والی جتنی بھی تفرقہ ورانہ تحریکیں ہیں ان سب کی بنیاد صرف مادیت پرستی ہے- لہٰذا اصلاحی جماعت میں شامل ہو کر اس تربیت کو حاصل کر کے اپنے ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کی بھی پاکیزگی کو حاصل کریں- اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے-

☆☆☆

[23] (صحیح بخاری)

[24] (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات)

احمد ہلوسی کی کتاب "ڈی کوڈنگ دی قرآن" ایک تبصرہ

ڈاکٹر عبد الباسط

طالبانِ حق، قرآن کریم سے رہنمائی لیتے ہوئے اِس کے پوشیدہ پہلوؤں میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور حق کے دریائے عمیق سے واحدانیت کے ایسے موتی تلاش لاتے ہیں جو اُن کے ظاہر و باطن کی تمام گرہیں کھول کر اُنہیں حق شناسی سے بہرہ ور کر دیتے ہیں- اِن مراتب کا حُصول دِل بینا کے بغیر ممکن نہیں- بقول علامہ محمد اقبال:

دِل بینا بھی کر خُدا سے طلب
آنکھ کا نُور دِل کا نُور نہیں

قرآن کریم کے معانی اور مفاہیم قاری پر اس کے باطن کی روشنی کے مطابق کھلتے ہیں- باطن کا نور جیسے جیسے بڑھتا چلا جاتا ہے اسرار و رموز ویسے ویسے کھلتے چلے جاتے ہیں-

قرآن کریم کے پوشیدہ و ظاہر پہلوؤں کی تشریح و تفاسیر بے شمار علماء، فقہاء اور صالحین نے کی ہے اور اپنے اپنے نورِ باطن کے مطابق اس کے اسرار و رموز کو بیان فرمایا ہے- ایسی ہی ایک تفسیر احمد ہلوسی (Ahmed Hulusi) نے بھی پیش کی- احمد ہلوسی کا یہ تحقیقی و تجزیاتی جائزہ- ڈی کوڈنگ دی قرآن(Decoding the Quran)ایک منفرد عارفانہ تشریح ہے جو قرآن کریم کے مفاہیم کو مابعد الطبیعیات، فلسفہ اور سائنس کے فکری تناظر میں بیان کرنے کا مضبوط مؤقف اختیار کرتی ہے- اِس میں قارئین کیلئے اِسلامی صوفی اُصولوں کو جدید سائنسی تصورات و نظریات (کوانٹم فزکس اور ہولو گرافک یونیورس تھیوری) کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے جو کہ اپنی نوعیت کی مخصوص کاوش ہے-

احمد ہلوسی ایک تُرک مصنف ہیں جِن کے نظریات میں خود شناسی اور حقیقت اِنسان جیسے موضوعات نمایاں ہیں- وہ قرآن کریم کی باطنی اور سائنسی تشریح پیش کرتے ہیں، جِس میں وہ اِنسان کی نفسیاتی اور شعوری ترقی پر زور دیتے ہیں- ہلوسی کے مطابق مذہب کا اَصل مقصد اِنسان کی ذِہنی و روحانی ترقی ہے جِس کے ذریعے وہ شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ اختیار کرتا ہے اور خُود شناسی و خود آگاہی جیسی منازل طے کرتا ہوا مقصد حیات حاصل کر لیتا ہے- علاوہ ازیں، ہلوسی رَسمی مذہبی روایات و نظریات پر کم، بلکہ عقل، مشاہدے، عمل اور تجربے پر زور دیتے ہیں- اِن کی تحریریں خاص طور پر شعور، ذہن اور حقیقت بارے گہرے فکری مباحث پر مشتمل ہوتی ہیں-

زیرِ بحث کتاب، ڈی کوڈنگ دی قرآن(Decoding the Quran) کے متعلق ہلوسی لکھتے ہیں کہ یہ کوئی عام قرآنی تفسیر نہیں اور نہ ہی قرآن کریم کا سادہ ترجمہ ہے بلکہ ایک منفرد فکری کوشش ہے جو قرآن کریم کی تفسیری جہتوں کو

ایک ''نیا زاویہ'' فراہم کرتی ہے جو پڑھنے والوں کو گہرے معنوی، فکری اور علامتی اشارات سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہے- مُصنّف کے مطابق: قرآن کریم ایک ایسا صحیفہ ہے جو حقیقت اور نظام فطرت (Sunnatullah) کی تفہیم فراہم کرتا ہے - اِس نظریے کی تائید میں ہلوسی، تصوف سے وحدت الوجود کے اصولوں اور جدید سائنسی تحقیقات کا حوالہ دیتے ہیں-

اللہ تعالیٰ کو خارجی ہستی کے طور پر دیکھنا مُصنّف کے نزدیک قرآنی تفہیم کی سب سے بڑی غلطی ہے- اُن کے مطابق اللہ تعالیٰ کوئی جسمانی یا خارجی وجود نہیں بلکہ ایک لامحدود حقیقت ہے - اللہ کا روایتی تصور جو کہ ایک ''الگ'' اوپر اور بلند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے یہ اِنسانی ذہن کی توجیہ ہے جبکہ حقیقت اس سے مختلف ہے وہ ذات پاک جہت وسمت سے مبرہ ہے کوئی ظاہر نہیں جو اس سے الگ ہو، کوئی باطن نہیں جو اس سے خالی ہو بلکہ ہر شئے کی حقیقت وہی ہے جب کائنات کی ہر چیز باعتبار حقیقت اپنے ماخوذ سے منسوب ہے اور یہ تعلق اُس کے ہونے اور مالک کی موجودگی کا منہ بولتا ثبوت ہے- مصنف کے نزدیک اِنسان کی سب سے بڑی غلط فہمی ''دوئی'' کا نظریہ ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کو کائنات سے الگ دیکھتا ہے حالانکہ کائنات اللہ تعالیٰ کی صفات و قدرت کے عظیم مظاہر میں سے ہے-کائنات کی ہر چیز اس کی صفاتِ خالقیت، علمیت اور قدرت کا منہ بولتا ثبوت ہے جبکہ تصوف کی رو سے دوئی ایک فریب ہے ورنہ ہر شے کی حقیقت ایک ہی ہے اور وہ خالق حقیقی رب تعالیٰ کی ذات ہے-

مصنّف کے نزدیک کائنات اور اِنسان در حقیقت اللہ کے ناموں(Asma ul Husna) کے مظاہر ہیں جسے صوفی اصطلاح میں ''وحدت الوجود'' کہا جاتا ہے اور قرآن کریم کا اصل پیغام بنام اِنسان اِسی حقیقت کو سمجھنا ہے- قرآنی الفاظ، خاص طور پر ابتدائی حروف کی علامتی اور صوفیانہ تشریح کرتے ہوئے ہلوسی ''بسم اللہ'' میں ''ب'' کو خاص اہمیت دیتے ہیں - وہ اِن بنیادی الفاظ کے مابعد الطبیعیاتی معانی اَخذ کرتے ہوئے علمی اور فکری دلائل سے حقیقت حق کی وضاحت پیش کرتے ہیں جو عارفانہ نظریات کی عکاسی کرتا ہے- حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے قول میں حرف ''ب'' کے نیچے نقطے کو بنیاد بنا کر ہلوسی دلیل دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں حروف اور الفاظ کی سطحی تشریح کافی نہیں بلکہ ان کے اندرونی اور علامتی معانی پر غور کرنا بھی ضروری ہے- مصنّف کے مطابق حرف ''ب'' وجود کی حقیقت اور ''کائنات میں وحدت'' کی علامت ہے- مزید برآں! ہلوسی جدید سائنسی نظریات (کوانٹم فزکس، ہولوگرافک یونیورس تھیوری اور توانائی کی سائنس) کو قرآنی تعلیمات سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور ناصرف وجود اِنسانی بلکہ کائنات عالم کے مشاہدے کے لئے قرآنی الفاظ کی

گہری تفہیم پر زور دیتے ہیں- ہلوسی کے مطابق: الفاظ کے باطنی پہلوؤں سے ہم آہنگی و آگاہی، اِنسان کو مظاہر عالم کی تشریح کے لئے ایک منفرد زاویہ فراہم کرتی ہے-

مصنّف کے مطابق اِنسان محض جسمانی وجود نہیں بلکہ اِس کی حقیقت روحانی ہے جو کہ ذاتِ الٰہی کے انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ ہے- اِنسان نا صرف صفات الٰہیہ کا مظہر ہے بلکہ

ذاتِ حق تعالیٰ کے نور کا بھی سر چشمہ ہے- باطنی وجود ہی اصل اِنسان ہے جسے مابعد الطبیعاتی اصول سے تسخیر کرنا ہی مقصدِ حیات ہے-جبکہ قرآن کریم اِن تمام علوم و فنون اور حکمت و دانائی کا منبع ہے-خود شناسی و خود آگاہی، تجلیۂ روح اور تصفیۂ قلب وہ بنیادی مقاصد ہیں جن کے حصول کیلئے مصنف نے روایت سے ہٹ کر قرآن کریم کو سمجھنے پر زور دیا ہے- طالب کیلئے ضروری ہے کہ روحانی آسودگی اور ترقی کے لئے قرآن کریم کی معنوی تشریحات سے آگے بڑھ کر روحانی مفاہیم کو سمجھے اور اُن پر عمل کرے تاکہ مقصدِ حیات حاصل ہو-اگر مِن جملہ کاملین و عارفین کے افکار کا جائزہ لیا جائے تو بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ بیشتر صوفیاء نے قرآن کریم کی تشریح اُسی انداز میں کر رکھی ہے جیسے ہلوسی نے بیان کرنے کی کوشش کی جو کہ ایک منفرد اور غیر روایتی کاوش ہے-

ہلوسی اس کتاب میں نماز اور دیگر ظاہری عبادات کو محض رسمی اعمال کی بجائے روحانی تربیت کا ذریعہ سمجھتے ہیں- یہ عبادات انسان کو اپنی باطنی حقیقت سے جوڑنے اور صفاتِ الٰہی کو بیدار کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں- مصنّف نے آخرت اور قیامت کے تصورات کو خارجی واقعات کی بجائے اِنسان کی باطنی حالتوں اور روحانی تجربات کے طور پر سمجھنے پر زور دیا ہے- ہلوسی، دُعا اور ذِکر کو اِنسان کی باطنی صفائی اور روحانی ترقی کیلئے اہم سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک صحیح نیت اور توجہ کے ساتھ دُعا اِنسان کو ذاتِ الٰہی کے ساتھ جوڑنے میں مدد دیتی ہے-

صوفیاء کے ہاں دُعا، بنیادی طور پر طالب کی مطلوب کے لئے وہ تڑپ اور جستجو ہے جو اسے خالص اور پاک کرنے کا آلہ تصور کی جاتی ہے- دُعا، اِنسان کے عاجز اور انکسار ہونے کی دلیل ہے جو اَپنے مالک کے سامنے آنا، تکبر و غرور کا سر کچلنے میں مدد دیتی ہے- طالب حقیقی کا سَفرِ حَق، دُعا و مناجات کے بغیر ممکن ہی نہیں-کیونکہ یہ ہر مشکل مرحلے کو باآسانی سَر کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے- قرآن کریم میں بیان کردہ قِصوں کو ہلوسی نے مَحض تاریخی واقعات سمجھنے کی بجائے روحانی اسباق کے طور پر پیش کیا ہے- جِن کی تشریحات بے شک قاری کے لئے گہری معنویت رکھتی ہیں-

احمد ہلوسی کی یہ کتاب طامبانِ مولیٰ اور حق شناسوں کے لئے ایک فکری اور تجرباتی کتاب ہے جو قرآنی تعلیمات کو غیر روایتی اور سائنسی نقطہ نظر سے بیان کرتی ہے- کچھ نیا سیکھنے والوں کے لئے ایک موزوں کتاب ہے جو روایتی تشریحات سے ہٹ کر نئے اور گہرے زاویوں سے قرآن کریم کو سیکھنے اور سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہے-

☆☆☆

Toshihiko Izutsu

قرآن کریم کے حوالے سے

توشیہیکو ایزوتسو کے کام کا طائرانہ جائزہ

حافظ محمد شہباز عزیز

قرآن کریم حکمت و دانائی سے بھرپور ایک الہامی کتاب ہے ، قرآن کریم انسانوں کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے - رسالت مآب (ﷺ) کے وسیلہ سے قرآن کریم کا نزول کائنات عالم پر رب تعالیٰ کا احسان عظیم ہے - پیغام ہدایت لئے ہوئے یہ کتاب ہر انسان کے لئے مشعل راہ ہے جس کا ایک ایک لفظ اپنے مطلب اور مفہوم کے اعتبار سے انسان کی رہنمائی کرتا ہے -

رنگ و نسل اور زُبان کی تمیز کے بغیر یہ الہامی کتاب طالبان حق کو فیضیاب کرتی ہے - جاپان کے مشہور فلسفی اور عالم توشیہیکو ایزوتسو کا نام ایسے خوش نصیبوں میں شامل ہے جنہوں نے قرآن پاک کی اصطلاحات پر کام کیا - اِن کی علمی خدمات اسلامی فلسفہ، قرآنیات، صوفیانہ تعلیمات اور تقابلِ ادیان کے گرد گھومتی ہیں - ایزوتسو کے علمی سفر کا آغاز جاپان کی کیو یونیورسٹی (Kcio University) سے ہوا جہاں انہوں نے عربی، فارسی، سنسکرت، یونانی اور چینی زبانوں پر عبور حاصل کیا، جس نے انہیں اِسلامی، مشرقی اور مغربی فلسفیوں کا براہ راست مطالعہ کرنے کے قابل بنایا - ایزوتسو نے قرآن کریم کے حوالے سے اپنے بیشتر کام کا جاپانی زبان میں ترجمہ بھی کیا - جبکہ اُن کے کام میں خاص طور سے "قرآن کریم کی الٰہیاتی اصطلاحات" شامل ہیں -

ایزوتسو کی مشہور تصانیف میں درج ذیل شاہکار شامل ہیں:

- *Ethico-Religious Concepts in the Quran*
- *Sufism and Taoism*
- *God and Man in the Quran*

قرآنیات کے حوالے سے ایزوتسو کا کام اپنی نوعیت کا بے مثال نمونہ ہے جس میں انہوں نے قرآن پاک کے مختلف پہلوؤں کا لسانیاتی تجزیہ پیش کیا - ایزوتسو نے زبان کے معنیاتی ارتقاء (Semantic Evolution) کے ذریعے قرآنی الفاظ کو اس وقت کے ثقافتی اور تاریخی پس منظر میں بیان کرنے کی کوشش کی جو کہ ان کے مطابق قرآن مجید کے مفاہیم کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے - ایزوتسو اِس بات کے قائل ہیں کہ الفاظ کو اُس وقت کے سماجی، ثقافتی و روحانی تناظر میں سمجھا جائے - اِن کی اس نئی سوچ نے اِسلامی مطالعات میں نئے رجحانات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا -

1914ء میں پیدا ہونے والے ایزوتسو کا علمی سفر مشرق و مغرب کے فلسفیوں کے درمیان ایک تعلق قائم کرنے کی کوششوں پر مبنی تھا - انہوں نے اِسلامی فلسفے اور قرآنی تعلیمات کو مغربی دُنیا کے لئے قابل فہم بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی - جبکہ مشرقی فلسفہ جیسے تاؤمت اور بدھ مت کا اِسلامی فکر کے ساتھ موازنہ بھی پیش کیا - انہوں نے ہیگل، ہائیڈیگر اور کانٹ کے مغربی فلسفے کا بھی مطالعہ کیا اور ان کا بھی اسلامی فلسفے کے ساتھ جائزہ لیا - ایزوتسو کے نزدیک مغربی اور اسلامی فلسفے کے درمیان مکالمہ وقت کی ضرورت ہے جو کہ انسانی شعور کی ترقی کیلئے ضروری ہے - انہوں نے ہائیڈیگر کے نظریہ "وجود" (Being) کو اسلامی فلسفے کے تصور "وجود" کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا جس میں دونوں فلسفے انسان کے وجود کی حقیقت اور حیثیت پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں - اِس کے علاوہ ایزوتسو نے ہیگل کے نظریہ جدلیاتی عمل (Dialectic Process) کا شیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ کے نظریہ 'تجلیات' (Divine Manifestations) سے موازنہ بھی پیش کیا جو اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے -

ایزوتسو نے اپنی کتاب "Sufism and Taoism" میں حضرت ابن العربیؒ اور چینی فلسفی لاوزی (Laozi) کے نظریات کا تقابلی جائزہ کیا اور اِن دونوں شخصیات کے نظریہ وحدت (Unity of Being) اور خود شناسی (Self-realization) جیسے افکار کا مماثلتی تجزیہ بھی پیش کیا - ایزوتسو کے مطابق ابن العربیؒ کا تصور 'وحدت الوجود' اور لاوزی کا تصور 'تاؤ' دونوں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کائنات کی حقیقت ایک ہی ہے اور انسان کا

مقصد اس حقیقت کو پہچاننا ہے- ایزوتسو کے افکار اِس بات کی وضاحت پیش کرتے ہیں کہ کیسے زمانی اور مکانی فاصلوں کے باوجود مختلف تہذیبوں کے فلسفوں میں مشترکہ روحانی تجربات اور نظریات کے حامل افکار موجود ہو سکتے ہیں جن کو سمجھنا بہت ضروری ہے- بعض محققین نے ایزوتسو کے اِن تقابلی نظریات پہ رائے دی ہے کہ اسلامی تصوف کی دیگر مشرقی فلسفوں کے مقابلے میں ایک انفرادیت ہے جسے قائم رکھنا چاہئے- اسلامی علماء کے مطابق ابن العربیؒ کا تصور وحدت الوجود صرف فلسفیانہ نہیں بلکہ الہامی اور دینی بنیادوں پر قائم ہے جبکہ دوسری طرف تاؤمت ایک خالصتاً انسانی فلسفہ ہے جو عقائدِ معاشرت، سماجیت اور دیگر ظاہری اصولوں پر کاربند ہے- یہ تمام دلائل اپنی جگہ اہم ہیں تاہم اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ایزوتسو نے اپنے کام سے غیر مسلم دنیا کو اسلامی تعلیمات سے روشناس بھی کروایا ہے اور تقابلِ ادیان کے شعبہ میں ایک نیارابطہ قائم کیا ہے-

ایزوتسو کی کتاب "Ethico-Religious Concepts in the Quran" ایک علمی شاہکار تصور کی جاتی ہے جو 1959ء میں "The Structure of the Ethical Terms in the Quran: A Study in Semantics" کے نام سے پہلی مرتبہ شائع ہوئی- جس میں ایزوتسو نے قرآنی بنیادی تصورات جیسے، ایمان، کفر، تقویٰ اور عدل کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے- اُن کے مطابق قرآن کریم میں ایمان سے مراد صرف عقیدہ نہیں بلکہ یہ سماجی اخلاقی رویے کا نام ہے- اِسی طرح کُفر صرف مذہبی انکار نہیں بلکہ اخلاقی اور روحانی اندھے پن کی علامت بھی ہے اور اِس نظریے پر کاربند شخص صرف خُدا کا انکاری نہیں بلکہ جان بوجھ کر حق اور سچ کو چھپانے کا مرتکب بھی ٹھہرتا ہے- لفظ عدل کو ایزوتسو صرف قانونی انصاف کی بجائے وسیع تر اخلاقی اصول کے طور پر پیش کرتے ہیں، جو انسان کا خُدا اور دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلق کو مضبوط بناتا ہے جو کہ ایک صحت مند معاشرے کی بنیادی اکائی ہے- بعینہ، تقویٰ سے متعلق ایزوتسو لکھتے ہیں کہ اس سے مراد صرف گناہوں سے بچنا ہی نہیں بلکہ یہ ایک داخلی شعور ہے جو انسان کو خُدا کی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے اعمال بدؔ سے روکتا ہے- مزید برآں! صبر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ یہ ایک فعال قوت ہے جو مصائب و تکالیف میں انسان کے تعلق بااللہ کو کمزور نہیں پڑنے دیتی- احسان کے متعلق ایزوتسو کا نظریہ بہت واضح اور وسیع ہے کہ جس میں ہر وقت خُدا کی موجودگی کا احساس ایسے معاشرتی رجحان کو فروغ دیتا ہے جو اِنسان کو اعلیٰ درجے کی اخلاقی اقدار کا حامل بناتا ہے- ایزوتسو کے افکار کے مطابق قرآن کی تفہیم کو مندرجہ بالا اوصاف کے تناظر میں سمجھنا بہت ضروری ہے- ایزوتسو کا کام بلاشبہ قرآنی علوم میں ایک اچھا اضافہ ہے-

علاوہ ازیں، ایزوتسو نے اپنی کتاب "God and Man in the Quran" میں قرآن اور انسان کے تعلق کا تجزیہ بھی کیا ہے- جس میں انہوں نے یہ وضاحت پیش کی ہے کہ قرآن میں خُدا سے مراد صرف ایک خالق نہیں بلکہ انسان کی زندگی کا فعال حصہ ہے- انہوں نے کہا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات (رحیم، علیم، حکیم اور دیگر) لکھی گئی ہیں یہ انسان کے لئے صرف عقائد نہیں بلکہ عملی زندگی کے اُصول ہیں- مزید برآں، ایزوتسو لکھتے ہیں کی صفت 'رحمت' سے مراد اللہ تعالیٰ کا رحیم ہونا ہی مقصود نہیں بلکہ یہ کائنات کی تخلیق و ترتیب کے بنیادی اُصول کی وضاحت کرتا ہے- ایزوتسو کے فلسفے کے مطابق انسان کو بحیثیتِ مخلوق صفات رب تعالیٰ کا مظہر ہونا چاہیے جن کا اُس کی زندگی میں اظہار ضروری ہے-

مندرجہ بالا مختصر نگارشات کی روشنی میں اگر ایزوتسو کے کام کا دوحرفی جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا مبالغہ آرائی نہیں کہ ایزوتسو کا یہ علمی کام اسلامی فکر و فلسفے کے ساتھ غیر اسلامی مشرق اور مغربی فلسفے کے مطالعے کیلئے ایک جامعہ ڈھانچہ مہیا کرتا ہے جو ایک سنگ میل سے کم نہیں- ان کے لسانیاتی تجزیے اور تقابلی مطالعے نے اسلامی علوم کو نئے زاویے فراہم کئے ہیں جو مغربی و مشرقی افکار و فلسفے کو قرآن کے تناظر میں سمجھنے کے لئے راہ ہموار کرتے ہیں- ایزوتسو کی تحریریں آج بھی اُن طلبہ و محققین کے لئے راہنمائی کا ذریعہ ہیں جو اسلامی فلسفے، صوفیانہ تعلیمات اور تقابلِ ادیان کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں-

☆☆☆

قرآن کریم کی رُو سے سائنسی و منطقی فکر کی ضرورت

ڈاکٹر عثمان حسن
نیشنل سنٹر برائے فزکس، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد

ابتدائیہ:

قرآن کریم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کو نہ صرف روحانی رہنمائی فراہم کرتا ہے بلکہ اسے معاشرتی زندگی میں سائنسی و منطقی فکر اپنانے کی بھی دعوت دیتا ہے۔ قرآن کریم میں بار بار غور و فکر، تحقیق اور کائنات کے مشاہدے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ انسان اپنے ارد گرد کی دنیا کو سمجھے اور اللہ کی نشانیاں دریافت کرے۔ قرآن کریم کا پیغام سائنسی، فلسفیانہ اور منطقی سوچ کی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ قرآن کریم انسان کو علم حاصل کرنے اور کائنات میں موجود نشانیوں پر غور و فکر کرنے کا حکم دیتا ہے۔ سائنسی اور منطقی سوچ کی بنیاد تدبر، تفکر اور مشاہدے پر رکھی گئی ہے اور قرآن کریم ان سب کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

سائنس کیا ہے؟

سائنس ایک ایسا منظم علم ہے جو تجربات، مشاہدات اور منطق پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ دنیا اور کائنات کے حقائق کو جانچنے اور ان کے اصول وضع کرنے کا عمل ہے۔ آئزک نیوٹن کے مطابق:

"سائنس وہ علم ہے جو فطرت کے اصولوں کو دریافت کرنے کیلئے تجربات اور مشاہدات پر مبنی ہوتا ہے"۔[1]

البرٹ آئن سٹائن کے مطابق:

"سائنس وہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے ہم قدرت کے قوانین کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں"۔[2]

ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق:

"سائنس ایک ایسا منظم علم ہے جو مشاہدے، تجربے اور منطق کے ذریعے کسی خاص موضوع پر حقائق فراہم کرتا ہے"۔[3]

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

"اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ"[4]

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات اور دن کے باری باری آنے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں"۔

منطق کیا ہے؟

لفظ "منطق" عربی زبان کے "نطق" سے نکلا ہے، جس کا مطلب "بولنا، اظہار کرنا یا عقل و شعور کے ساتھ گفتگو کرنا" ہے۔

یونانی میں اسے Λογική (Logike) کہا جاتا ہے، جو "Logos" سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب "عقل، دلیل یا استدلال" ہے۔

منطق ایک ایسا علم ہے جو درست اور غلط استدلال میں فرق کرنے کے اصول سکھاتا ہے۔ اس علم کی بنیاد عقل،

---

[1] Philosophiæ Naturalis Principia Mathematica by Isaac Newton, 1687

[2] Ideas and Opinions by Albert Einstein, 1954

[3] Webster's New World Dictionary, 1988

[4] آلِ عمران: 190

استدلال اور منطق دلائل پر ہوتی ہے- ارسطو (Aristotle) کے مطابق:

''منطق وہ علم ہے جو ذہن کو صحیح طریقے سے استدلال کرنے کے اصول فراہم کرتا ہے''-[5]

ابن سینا کے مطابق:

''منطق ایک ایسا آلہ ہے جو صحیح استدلال کی راہ دکھاتا ہے اور غلطیوں سے بچاتا ہے''-[6]

امام غزالی کے مطابق:

''منطق ایک ایسا معیار ہے جو انسانی فکر کو درست سمت میں گامزن کرتا ہے''-[7]

قرآن کریم اور منطقی و سائنسی فکر:

ا- فکر و تدبر کی اہمیت:

''اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا''[8]

''کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے، یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں؟''

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ:

''تدبر کا مطلب گہرائی میں جا کر کسی چیز کو سمجھنا اور اس کے معنی و مقاصد کو کھولنا ہے- اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے انسان کو تفکر اور تدبر کی صلاحیت دی ہے اور اسے استعمال کرنا اس کا فرض ہے''-[9]

''سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ''[10]

''ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور خود ان کے نفس میں دکھائیں گے، یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہی حق ہے''-

ابن عاشورؒ لکھتے ہیں کہ:

''آفاق کا مطلب زمین، آسمان، ستارے، سیارے اور کائنات کی وسعتیں ہیں، جبکہ 'انفس' کا مطلب انسانی جسم اور اس کے اندرونی نظامات ہیں''-[11]

''هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ''[12]

''اپنی دلیل لاؤ، اگر تم سچے ہو''-

امام طبریؒ اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ:

یہ قرآن کی ایک علمی و عقلی بنیاد ہے کہ کسی بھی دعوے کو محض اندھی تقلید سے نہیں مانا جا سکتا، بلکہ اس کے لیے دلیل ضروری ہے''-[13]

عدالتی نظام میں بھی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ کسی بھی مقدمے میں بغیر ثبوت کے کوئی الزام تسلیم نہیں کیا جاتا جو کہ قرآنی اصول پر مبنی ہے- اسی طرح سائنسی تحقیقات میں نظریات کو مشاہدات اور تجربے کی بنیاد پر پرکھا جاتا ہے، جو کہ ''هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ'' کے اصول کے مطابق ہے-

جو لوگ فقط کہی سنی باتوں کو ہی بنیاد بنا کر اپنے نظریات کو تشکیل دیتے ہیں ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا''[14]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کی ہے، تو وہ کہتے ہیں: نہیں، ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا''-

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ:

''اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو بغیر دلیل کے محض روایات کی بنیاد پر کسی چیز کو مان لیتے ہیں''-[15]

ب- قرآن کریم کا تدبر و تفکر کی دعوت دینا:

قرآن کریم نے بار بار غور و فکر، تدبر اور مشاہداتی علم کے حصول پر نہ صرف زور دیا ہے بلکہ اس کی طرف دعوتِ عام بھی دی ہے جو کہ سائنسی اور منطقی فکر کی بنیاد ہے- انہی اصولوں پر عمل کر کے مسلمان سائنس دان جیسے ابن الہیثم، الرازی، ابن سینا اور الخوارزمی نے حیرت انگیز ایجادات کیں- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ○ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ

---

[5] Aristotle, Organon, 350 BC

[6] ابن سینا، الشفاء

[7] امام غزالی، معیار العلم

[8] سورۃ محمد: 24

[9] تفسیر کبیر، ج:9، ص:234

[10] سورۃ فصلت: 53

[11] التحریر والتنویر، ج:12، ص:270

[12] البقرۃ: 111

[13] تفسیر طبری، ج:2، ص:406

[14] لقمان: 21

[15] تفسیر قرطبی، ج:2، ص:105

"يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ"[16]

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات اور دن کے باری باری آنے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں جو لوگ اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے کار پیدا نہیں کیا"۔

"هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ"[17]

"کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں"۔

"اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ"[18]

"بے شک اللہ کے نزدیک سب سے بدتر چلنے والے وہ بہرے اور گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے"۔

یہ آیاتِ قرآنی واضح کرتی ہیں کہ اسلام میں سائنسی و منطقی فکر کو اپنانا نہ صرف ضروری ہے بلکہ یہ ایمان کا حصہ بھی ہے۔ قرآن مجید میں سائنس و ٹیکنالوجی کے حصول اور کائنات میں غور و فکر کرنے کیلئے عقل والوں کو 60 سے زائد مقامات پر مخاطب کیا گیا ہے اور انہیں کائنات میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ"[19]

"بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی گردش میں اور ان جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر چلتی ہیں اور اس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے پھر اس کے ذریعے زمین کو مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے (وہ زمین) جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الٰہی کا) پابند (ہو کر چلتا) ہے (ان میں) عقلمندوں کے لئے (قدرتِ الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں"۔

"هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ"[20]

"وہی ہے جس نے سورج کو روشنی (کا منبع) بنایا اور چاند کو (اس سے) روشن (کیا) اور اس کے لیے (چھوٹا یا بڑا دکھائی دینے کی) منزلیں مقرر کیں تاکہ تم (قطعی صحت کے ساتھ) برسوں کا شمار اور (اوقات کا) حساب معلوم کر سکو، اور اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا فرمایا مگر (بلا نقص و خلل) درست نظم و تدبیر کے ساتھ، وہ (ان کائناتی حقیقتوں کے ذریعے اپنی خالقیت، وحدانیت اور قدرت کی) نشانیاں ان لوگوں کے لیے تفصیل سے واضح فرماتا ہے جو علم رکھتے ہیں"۔

آج جدید دور کی فزکس، کاسمالوجی، اسٹرانومی، سیٹلائیٹ کمیونیکیشن اور ایسے تمام علوم کا حصول بھی اس حکمِ قرآنی کے ضمن میں آتا ہے۔

[16] آلِ عمران: 191-190

[17] الزمر: 9

[18] الانفال: 22

[19] البقرة: 164

[20] یونس: 5

"اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ"[21]

"بیشک رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور ان (جملہ) چیزوں میں جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمائی ہیں (اسی طرح) ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو تقویٰ رکھتے ہیں"۔

"اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ"[22]

"سورج اور چاند (اُسی کی ریاضیاتی منصوبہ بندی کے ساتھ) مقرّرہ حساب سے چل رہے ہیں"۔

ج۔ ٹیکنالوجی اور قرآن کریم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ٹیکنالوجی کو الہام کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ ہر نبی کے دور کی کسی بھی چیز کی ایجاد انبیاء کی طرف اللہ کا الہام قرار دیا گیا ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(i) حضرت نوح (علیہ السلام) کی کشتی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور فرمایا:

"وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا"[23]

"اور تم ہمارے حکم کے مطابق ہمارے سامنے ایک کشتی بناؤ"۔

اس کا مطلب ہے کہ کشتی کے سٹرکچر اور ڈیزائن کو الہام کیا گیا تھا۔ یہ ٹیکنالوجی اللہ کی طرف سے ذہن میں ڈالی گئی اور کشتی آج بھی انسانی تجارت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

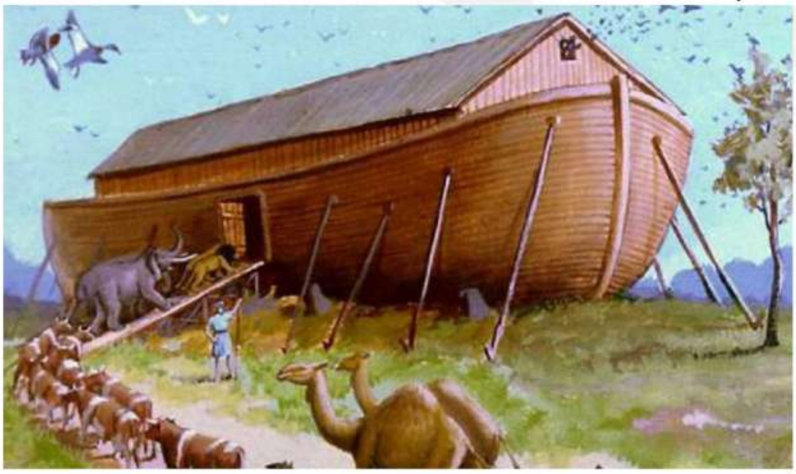

(ii) جانوروں کا بطور سواری استعمال:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی سہولت کیلئے جانوروں کو ذریعہ سواری بنایا اور یہ بھی فرمایا کہ مستقبل میں وہ سواری کے مزید ذرائع بھی پیدا فرمائے گا جنہیں ابھی انسان نہیں جانتے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ"[24]

"اور (اُسی نے) گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو (پیدا کیا) تاکہ تم ان پر سواری کر سکو اور وہ (تمہارے لئے) باعثِ زینت بھی ہوں اور وہ (مزید ایسی بازینت سواریوں کو بھی) پیدا فرمائے گا جنہیں تم (آج) نہیں جانتے"۔

یہ 1400 برس قبل نازل کیا گیا الہام ہے۔ لیکن آج موٹر وہیکلز کی جدید ٹیکنالوجی کو دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم مسلمانوں کا اس جدت میں کتنا حصہ ہے؟

(iii) انبیاء کو صنعت کاری کے علم کا الہام ہونا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد (علیہ السلام) کو لوہے کی ایجادات پہ قدرت عطا کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ"[25]

"اور بیشک ہم نے داوٗد (علیہ السلام) کو اپنی بارگاہ سے بڑا فضل عطا فرمایا، (اور حکم فرمایا:) اے پہاڑو! تم اِن کے ساتھ مل کر خوش الحانی سے (تسبیح) پڑھا کرو، اور پرندوں کو بھی (مسخّر کر کے یہی حکم دیا)، اور ہم نے اُن کے لئے لوہا نرم کر دیا۔ (اور ارشاد فرمایا) کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور (ان کے) حلقے جوڑنے میں اندازے کو ملحوظ رکھو"۔

قرآن پاک میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ"[26]

[21] یونس:6
[22] الرحمٰن:5
[23] ھود:37
[24] النحل:8
[25] سبا:10-11
[26] انبیاء:80

"اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو تمہارے لئے زِرہ بنانے کا فن سکھایا تھا تاکہ وہ تمہاری لڑائی میں تمہیں ضرر سے بچائے، تو کیا تم شکر گزار ہو"۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے زرہ بنانے کی صنعت کا فن حضرت داؤود (علیہ السلام) کو عطا فرمایا اور یہ اُس دور کی جدید دفاعی ٹیکنالوجی تھی۔ ٹیکنالوجی دراصل فطرت میں موجود قوتوں کا سمجھ کر انسان کیلئے بروئے کار لانا ہے۔ تخلیقِ آدم (علیہ السلام) کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسماء کے علم سکھائے جانے کا ذکر فرمایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ"[27]

"اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیئے"۔

اس علم میں فطری (سائنسی) علوم بھی شامل ہیں جو کہ ٹیکنالوجی کی بنیاد ہیں۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

"وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ"[28]

"اور وہی ہے جس نے (گولائی کے باوجود) زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے، اور ہر قسم کے پھلوں میں (بھی) اس نے دو دو (جنسوں کے) جوڑے بنائے (وہی) رات سے دن کو ڈھانک لیتا ہے، بیشک اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے (بہت) نشانیاں ہیں۔ اور زمین میں (مختلف قسم کے) قطعات ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں، جھنڈ دار اور بغیر جھنڈ کے، ان (سب) کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور (اس کے باوجود) ہم ذائقہ میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لئے (بڑی) نشانیاں ہیں"۔

جیالوجی (Geology)، ارضی سائنسز (Earth Sciences) اور کرۂ ارض سے متعلقہ دیگر علوم اور ٹیکنالوجی کا حصول انہیں اشیاء میں غور کرنے سے انسان کو حاصل ہوا ہے۔ اسی طرح، زراعت کی جدید ٹیکنالوجی کا حصول درج ذیل حکمِ قرآنی سے لازم آتا ہے۔

"هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ"[29]

"وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان کی جانب سے پانی اتارا، اس میں سے (کچھ) پینے کا ہے اور اسی میں سے (کچھ) شجر کاری کا ہے (جس سے نباتات، سبزے اور چراگاہیں شاداب ہوتی ہیں) جن میں تم (اپنے مویشی) چراتے ہو۔ اُسی پانی سے تمہارے لئے کھیت اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (اور میوے) اگاتا ہے، بیشک اِس میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لئے نشانی ہے"۔

آسمان کی وسعتوں کو پار کر کے اور زمین کا سینہ چیر کر انسان نے جو ترقی حاصل کی ہے اس کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[27] البقرۃ:31

[28] الرعد:3-4

[29] النحل:10-11

"اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً ط وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ"[30]

"(لوگو!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے ان تمام چیزوں کو مسخّر فرما دیا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں - اور لوگوں میں کچھ ایسے (بھی) ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب (کی دلیل) کے"-

"وَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ"[31]

"اور اُس نے سماوی کائنات اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے لیے اپنی طرف سے (مقررہ قوانین کے ذریعے) مسخر کر دیا ہے، بے شک اِس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں"-

آقا کریم (ﷺ) کی احادیث میں غور و فکر کی اہمیت:

نہ صرف قرآن کریم بلکہ حدیثِ مبارکہ میں بھی آقا کریم (ﷺ) نے غور و فکر کرنے اور علم حاصل کرنے کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے - جنانچہ ارشادِ نبوی (ﷺ) ہے:

"حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے، جہاں پائے اسے لے لے"-[32]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"-[33]

جدید ٹیکنالوجی کا استعمال سیرت النبی (ﷺ) میں جا بجا ملتا ہے - حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم (ﷺ) نے اہل طائف کے مقابلہ پر منجنیق نصب کی -[34]

لہٰذا، قرآن کریم ہمیں بار بار غور و فکر، سائنسی تحقیق، اور منطقی استدلال کی دعوت دیتا ہے - حضور نبی کریم (ﷺ) کی تعلیمات بھی اسی بات کو تقویت دیتی ہیں - تاریخ میں مسلمان سائنسدانوں نے انہی قرآنی اصولوں کی روشنی میں عظیم سائنسی کارنامے انجام دیے - یعنی ہر طرح کے فطری علوم کو انسان کیلئے مسخر فرمایا - چنانچہ ان علوم سے ٹیکنالوجی کا حصول بھی انسان کیلئے ممکن ہے - یہ ہم پہ منحصر ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں کو کتنا استعمال کرتے ہیں - آج بھی ہمیں جدید سائنسی ترقی کو قرآن کی روشنی میں سمجھنے اور اس سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں -

☆☆☆

[30] لقمان: 20
[31] الجاثیہ: 13
[32] سنن ترمذی، حدیث نمبر: 2687
[33] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 224
[34] مشکوۃ المصابیح، کتاب الجہاد

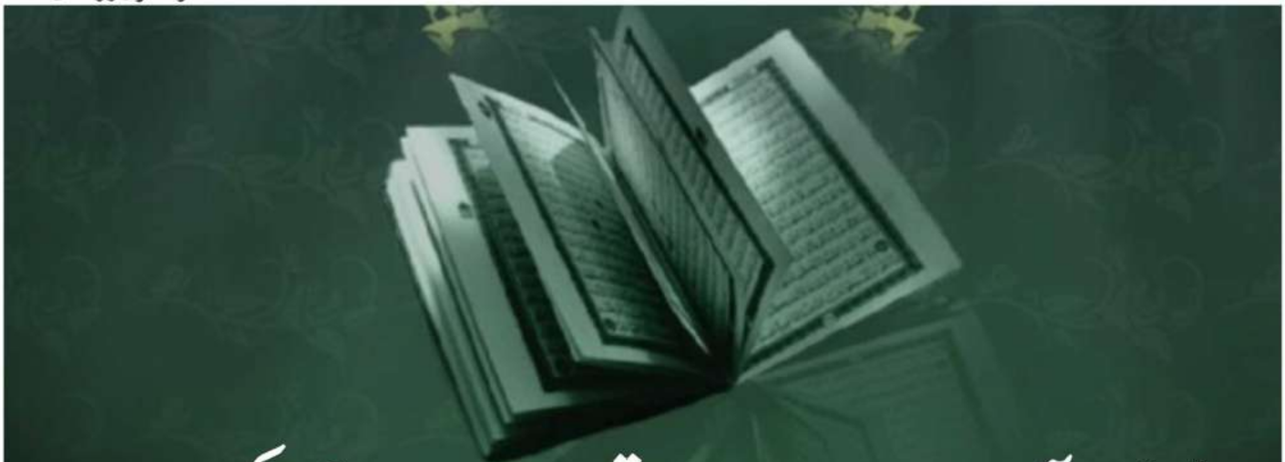

قرآن سے محبت ہو تو یہ خاص کرم ہے

جس روز سے قرآن کا پیغام بھلایا
ذلت نے اندھیروں نے ہمیں آن گرایا
صد حیف کہ دُنیا میں نہیں کچھ بھی کمایا
افسوس سوا کچھ بھی کہاں ہاتھ میں آیا

قرآں سے محبت ہو تو یہ خاص کرم ہے
قرآن ہو سینے میں تو کس چیز کا غم ہے

اللہ کے احکام میں لافانی ہے تاثیر
اس جیسی ہے آفاق میں کب کوئی بھی تحریر
قرآن سے رغبت ہی بدل سکتی ہے تقدیر
ہو سکتی ہے امت اسی بنیاد پہ تعمیر

جب تک ہمیں قرآں سے محبت نہیں ہوتی
تبدیل کسی طور بھی حالت نہیں ہوتی

اے خالقِ کونین عطا ہو مجھے عرفان
سینے میں سما جائے مرے خطۂ فاران
ہر لمحہ تلاوت سے مرا سینہ ہو گنجان
الفاظ و معانی کی عطا کر مجھے پہچان

مجھ جیسے گناہگار کے حالات بدل دے
ظلمات میں لپٹے ہوئے دن رات بدل دے

اے سید ابرار (ﷺ) کرم کیجیے اک بار
امت کی خبر لیجیے اذہان ہیں بیمار
اعصاب ہیں بیکار تو سینے ہوئے زنگار
کس منہ سے کروں حالتِ نادار کا اظہار

اے کاش کہ امت کا سنبھل جائے سفینہ
ہم سیکھ لیں قرآن سے جینے کا قرینہ

قرآن کی تفسیر سے ہر سینہ ہو شاداب
ہستی کا ہر اک دشت ہو قرآن سے سیراب
تھم جائے اسی نام سے ہر ظلم کا سیلاب
ہو جائیں رضاؔ ختم سبھی زیست کے گرداب

جس قوم نے کی صدق سے قرآن کی تعظیم
خالق نے عطا کر دی اسے الفاظ کی تفہیم

☆☆☆

شاعر: مستحسن رضا جامی

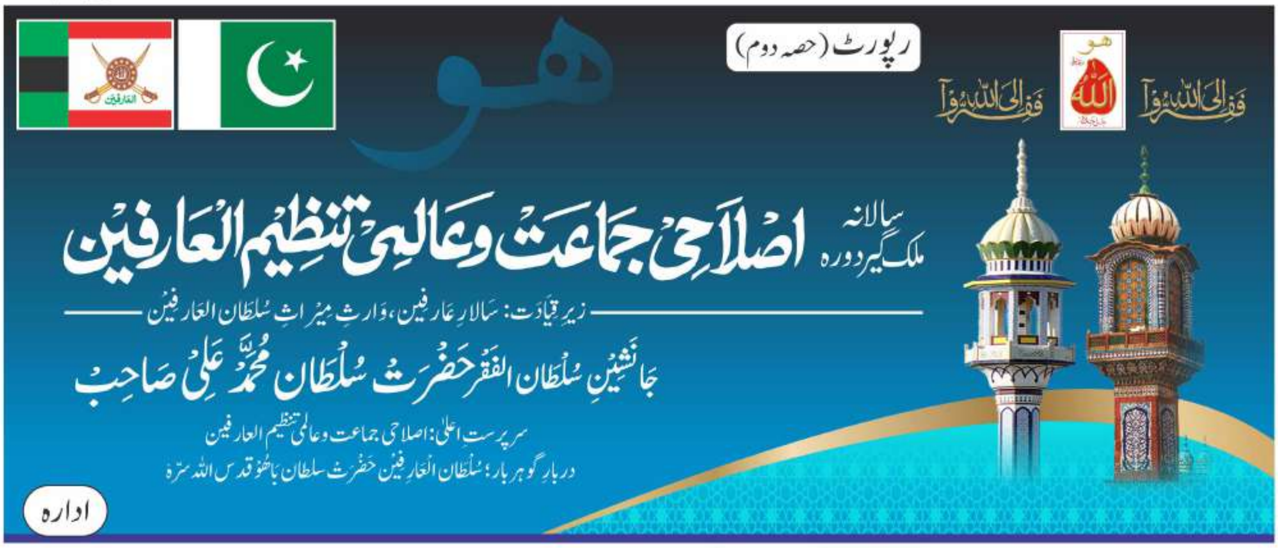

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت کو مومنین پر احسان قرار دیا ہے اور اس پر شکر بجالانے کا حکم فرمایا ہے- جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”لَقَدْ مَنَّ اللہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ“[1]

”بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں اُنہی میں سے عظمت والا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا“-

مزید اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور اس نعمت پر مسرت و شادمانی کا اظہار کرنے کا حکم دیا- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”قُلْ بِفَضْلِ اللہِ وَ بِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا“[2]

”یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ فرما دیجیے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے (ہے)، (پس مسلمانوں کو چاہیے کہ) اس پر خوشیاں منائیں“-

احادیث مبارکہ میں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے میلاد کی تعظیم اور تحدیث نعمت کا حکم ملتا ہے- حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ عنہما) نے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت کی نسبت نعتیہ قصیدہ کہا- جس میں آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

”وَ اَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَ ضَاءَتْ بِنُوْرِکَ الْاُفُقُ“[3]

”جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نور سے آسمان روشن ہو گیا“-

تاریخ گواہ ہے کہ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تذکرہ صحابہ کرام، تابعین اور امت کے جلیل القدر علماء و صوفیاء کے زمانے سے ہوتا آرہا ہے- امام ابن جوزی، امام قسطلانی اور امام زرقانی (رحمۃ اللہ علیہم) جیسے محدثین نے ذکر کیا ہے کہ:

”حضرت عمر بن عبد العزیز اور دیگر تابعین (رحمۃ اللہ علیہم) میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے موقع پر نعت خوانی اور سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تذکرے کا اہتمام کیا کرتے تھے“-[4]

اسی طرح علامہ تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ (1263-1328ء) اپنی کتاب ”اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم“ میں میلاد منانے اور اس پر اجرِ عظیم کے ملنے کا ذکر فرماتے ہیں- مزید بر آں، سلطنت عثمانیہ میں میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قومی جشن کی حیثیت حاصل تھی جبکہ برصغیر میں بھی اکابر علماء میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محافل کا اہتمام کرتے رہے ہیں-

الغرض! نعت خوانی اور سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تذکرے سے دلوں میں عشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا چراغ روشن ہوتا ہے- حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود و سلام بھیجنے کے لیے میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہترین موقع فراہم کرتا ہے- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1](آلِ عمران:164)
[2](یونس:58)
[3](المعجم الکبیر، رقم الحدیث:4168)
[4](المورد الروی في مولد النبي (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و نسبہ الطاہر)

"اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"[5]

"بیشک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبیِ (مکرمّ ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو"۔

یہی وجہ ہے کہ اولیاء کاملین انبیاء کرام (علیہم السلام) کی سنت پر عمل کرتے ہوئے میلاد مصطفٰے (ﷺ) کا انعقاد کرتے ہیں- میلاد کا مقصد لوگوں کو "فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ" کی دعوت دینا اور حضور نبی کریم (ﷺ) کی توصیف بیان کرنا ہوتا ہے- اسی مشن کو جاری رکھتے ہوئے دربارِ پُر انوار سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) سے دعوت الی اللہ اور اتباعِ رسول اللہ (ﷺ) کی خاطر اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین چلائی گئی- اس جماعت پاک کے بانی سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) نے خزانۂ فقر "اسمِ اعظم" عام فرمایا اور اتحاد بین المسلمین کی عملی داغ بیل ڈالی- شریعتِ مطہرہ کی مکمل پابندی، تزکیہ نفس، تصفیۂ قلب، تجلیۂ روح اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ اپنے اسفار، ابلاغ، انداز، تعلیم و تلقین اور بالخصوص "سالانہ ملک گیر دورہ میلادِ مصطفٰے (ﷺ) و حق باھو کانفرنس" پاکستان و بیرونِ ممالک میں جاری فرمایا- دربار سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) سے چلائی گئی اصلاحی جماعت، ملکوں ملکوں، شہر شہر، گاؤں گاؤں جاکر قرآن کریم کی یہی دعوت عام کررہی ہے کہ اپنا مقصدِ حیات جانا جائے، حضور نبی کریم (ﷺ) کی کامل اتباع کی جائے اور اسم اللہ ذات سے باطن پاک کرکے اللہ پاک کا قرب و معرفت حاصل کی جائے-

اللہ تعالیٰ کے قرب و معرفت کا ذریعہ ذکر و تصور اسم اللہ ذات اور حضور نبی کریم (ﷺ) کی اتباع ہی آج ہمارے درمیان دوبارہ سے احیائے انسانی کا مُوجب ٹھہر سکتی ہے- کیونکہ آج جو ہمارے دل اور عقل بے سکونی اور تذبذب کا شکار ہیں انہیں ذکرِ اَللّٰہُ اور محبتِ مصطفٰے (ﷺ) سے ہی قرار حاصل ہو سکتا ہے- انسانیت کی اس نبضِ ضعیف کے علاج کیلئے "اصلاحی جماعت" کے زیرِ اہتمام سالارِ عارفین جانشینِ سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) کی قیادت میں ملک بھر میں اور بین الاقوامی سطح پر رحمۃ للعالمین، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے (ﷺ) کے اسم پاک سے موسوم محافل و اجتماعات کا سالانہ انعقاد "میلادِ مصطفٰے (ﷺ) و حق باھو کانفرنس" کے تحت کیا جاتا ہے-

ہر شہر میں پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک اور نعتِ رسول مقبول (ﷺ) سے ہوتا ہے- اس کے بعد نہایت ہی خوبصورت انداز میں حضرت سلطان باھو (قدّس اللہ سرّہٗ) کا عارفانہ کلام پیش کیا جاتا ہے- خصوصی و تحقیقی خطاب جنرل سیکریٹری "اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین" صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب کا ہوتا ہے- صاحبزادہ صاحب کے خطابات تحقیقی و علمی نوعیّت کے ہوتے ہیں اور تقریباً ہر مقام پہ ایک نئے موضوع پہ نئی تحقیق کے ساتھ خطاب ہوتا ہے- بعض دیگر تحریکی مصروفیات کی وجہ سے جہاں صاحبزادہ سُلطان احمد علی صاحب تشریف نہ لا سکیں وہاں پر ناظم اعلیٰ "اصلاحی جماعت" الحاج محمد نواز القادری صاحب اور مفتی علی حُسین قادری خطاب کرتے ہیں-

پروگرام میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں- پروگرام کے آخر میں صلوٰۃ و سلام کے بعد ملک و قوم اور اُمّتِ مسلمہ کی سلامتی کے لئے دعائے خیر کی جاتی ہے-

اس سال انعقاد پذیر ہونے والے ان تربیّتی و اصلاحی اجتماعات کی تفصیل اور خطابات کی مختصر رپورٹ کا حصہ دوم ملاحظہ فرمائیں-

لیہ:	15-01-2025	دارالعلوم غوثیہ عزیزیہ انوار حق باھو سلطان

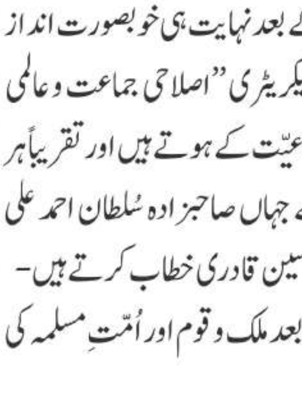

صدارت و خطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے: "وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰہِ"[6] "اور انہیں اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ"-

اولیائے کاملین نے ان ایام سے مراد وہ وقت مراد لیا ہے جو ارواح نے اللہ کے وصل اور قرب میں عالمِ ارواح میں گزارے ہیں- کچھ مفسرین نے ان سے مراد ظالم سے نجات والے دن اور کچھ نے انعام والے دن مراد لیے ہیں- تاہم جو بھی مراد لیا جائے، اصل چیز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے-

[5](الاحزاب:56)

[6](ابراہیم:5)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت ہے- حافظ ابن حجر عسقلانی شرح فتح الباری لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ ’’(اے حبیب!) آپ فرمادیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا‘‘ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ایسی اِتّباع کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب بن گئے کہ ان کی محبت ایمان پرکھنے کی کسوٹی بن گئی-

حدیث مبارک ہے کہ اگر حضرت آدمؑ کا حُسن، حضرت ابراھیمؑ کی دوستی، حضرت موسیٰؑ کی مناجات، حضرت یحییٰؑ کا زہد، حضرت عیسیٰؑ کا طریق اور حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اخلاق دیکھنا ہو تو حضرت علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھ لیا جائے-

حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی محبت ایمان ہے، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے بغض نفاق ہے- چنانچہ ہم سب کو اپنی اولاد کو حبِ علی (رضی اللہ عنہ) سکھانی چاہئے تاکہ وہ گمراہی سے دور رہے اور ہدایت پہ استقامت اختیار کرسکے- حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ جنت تین لوگوں کی مشتاق ہے: حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہم)- عبادت کی نیت بھی اجرو ثواب کا باعث ہے جیسے وضو اور نماز کی نیت پر بھی ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے- اسی طرح حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت چونکہ عبادت ہے اس لئے اس کی نیت پر بھی اجر ملنا شروع ہو جاتا ہے-

تمام سلاسل طریقت کے اولیاء اس بات پہ فخر محسوس کرتے ہیں کہ انہیں حبِ علی (رضی اللہ عنہ) نصیب ہے- حضرت سلطان باھُوحبِ پنج تن پاک کے متعلق فرماتے ہیں: ’’پنجے محل پنجاں وچ چانن ڈیوا کت ول دھریئے ھُو‘‘

میانوالی:	16-01-2025	جناح فٹبال گراؤنڈ

صدارت وخطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ’’اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا‘‘[7]

’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو (خدائے) رحمان ان کیلئے (لوگوں کے) دلوں میں محبت پیدا فرمادے گا‘‘-

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع اس قدر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اور محبوب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ (رضی اللہ عنہ) سے راضی ہوئے-

سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ عرفہ کی رات حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے گھر تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سب پہ فخر فرمایا ہے اور تم سب کی عمومی طور پہ بخشش کر دی ہے جبکہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی خاص طور پہ بخشش کر دی- میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں اور محض ذاتی قرابت کی بنیاد پہ محبت کرنے والا نہیں بلکہ جبرائیل میرے ساتھ ہوتے ہیں جو مجھے خبریں دیتے ہیں-[8]

[7] (مریم:96)

[8] (معجم الکبیر/مجمع الزوائد)

امام ترمذی، امام ابن حبان، امام حاکم اور دیگر محدثین کرام (رحمۃ اللہ علیہم) نے حدیث پاک بیان کی ہے کہ ایک مہم کے دوران کچھ لوگوں نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے اختلاف کیا- مدینہ واپس لوٹ کر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی شکایت کی- آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جلال کے عالم میں تین بار فرمایا: ’’علی سے کیا چاہتے ہو؟‘‘ یاد رکھو! علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں- علی میرے بعد ہر مؤمن کا ولی ہے-

چکوال: 17-01-2025

صدارت وخطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی تصدیق کرنے والے کیلئے خوشخبری جبکہ تکذیب کرنے والے کیلئے وعید ارشاد فرمائی ہے- چنانچہ جہاں غیب کی خبریں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عطا فرمائیں وہیں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا مقام و مرتبہ اور عظمت بیان فرمائی جو عین وحی ہے- ولایتِ علی (رضی اللہ عنہ) کے وسیلے سے اللہ کے قرب کی دعا مانگنا صحابہ کرام کا عقیدہ ہے- امام احمد ابن حنبل روایت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے بوقتِ وصال اللہ پاک سے دعا کی:

’’رب العالمین میں علی ابن طالب کی ولایت کے وسیلے سے تیرے قرب کا متلاشی ہوں‘‘-

چنانچہ فیضِ ولایت حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی ذاتِ مبارکہ سے خاص ہے- تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ بے شک کمالاتِ ولایت کے قطب حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ہیں اور تمام اولیائے کاملین حتیٰ کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بھی مقامِ ولایت میں سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کے تابع ہیں- تمام سلاسلِ تصوف و طریقت اپنی ولایت و فیض کی نسبت حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے جوڑتے ہیں- سلسلہ قادری، چشتی، سہروردی، رفاعی، شاذلی، ان سب کی سندِ فیض حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے ملتی ہے- سلسلہ نقشبندیہ کی ایک سند حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) جبکہ دوسری حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے ملتی ہے- امام الغزالی ’’المنقذ من الضلال‘‘ میں فرماتے ہیں کہ ’’ولایت انوارِ نبوت کا فیض ہے‘‘- یہ فیض حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سینہ مبارک سے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے سینہ مبارک میں اور پھر وہاں سے آگے چلا ہے-

اٹک: 18-01-2025

صدارت وخطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) پر جتنے انعامات فرمائے ان میں ایک بہت بڑا انعام یہ تھا کہ انہوں نے اپنے انتہائی بچپن سے آغوشِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تربیت پائی تھی-[9] رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تربیت کا اثر آپ (رضی اللہ عنہ) کی شخصیت و کردار میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے-

سیدہ حضرت امِ سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے امِ سلمہ! علی کا گوشت میرا گوشت ہے، علی کا خون میرا خون ہے اور علی میرے لئے ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کے لئے حضرت ہارونؑ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں‘‘-[10]

---

[9] (سیرت ابنِ ہشام)

[10] (مسند احمد بن حنبل)

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) اپنے اوپر ہونے والے انعامات میں سے ایک بیان فرماتے ہیں: حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے ایک مرتبہ نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا: اے علی! جب میں خدا سے اپنے لیے خیر مانگتا ہوں تیرے لیے خیر ساتھ مانگتا ہوں اور جب میں اللہ سے کسی شر سے پناہ مانگتا ہوں تو تیرے لیے پناہ بھی ساتھ مانگتا ہوں-[11]

حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے پانچ دعائیں کیں جو اللہ نے قبول فرمائیں- جب میں قیامت کے دن اٹھوں تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) میرے ساتھ ہوں، میزان پہ اعمال پیش ہوتے ہوئے علی میرے ساتھ ہوں، جب جھنڈا اٹھانے کی باری آئے تو علی (رضی اللہ عنہ) میرے ساتھ وہ جھنڈا اٹھائیں، حوضِ کوثر پہ امت کو پانی پلانے سب سے پہلے علی (رضی اللہ عنہ) پہنچیں اور جب امت جنت کی طرف جائے تو اس کا قائد علی (رضی اللہ عنہ) کو بنا دینا- متعدد احادیث مبارکہ ہیں کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اکثر اپنی دعا میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو اپنے ساتھ یاد فرمایا ہے- ہمیں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حضور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ)، حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جدا نہیں ہیں-

اولیاء کرام کے طریقِ تربیت میں ہر ایک کا ادب و احترام سکھایا جاتا ہے جو نو آبادیاتی دور سے پہلے تک ہمارے معاشرے کا طرہ امتیاز تھا- آج پھر ہمیں نو آبادیاتی دور میں پیدا ہونے والی شدت پسندانہ سوچ سے نکل کر صوفیائے کرام کے امن و محبت کے پیغام پہ عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے اور یہی اصلاحی جماعت کا پیغام ہے-

اسلام آباد: 19-01-2025

صدارت و خطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

”سورہ فتح: آیت 29“ کی شرح میں مفسرین فرماتے ہیں کہ ”مَعَہٗ“ سے مراد حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ)، ”اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ“ سے مراد حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ)، ”رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ“ سے مراد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اور ”فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا“ سے اشارہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جو زہدِ یحییٰ (علیہ السلام) کو دیکھنا چاہے وہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو دیکھے-

”سورہ الفتح: آیت 18“ میں صلح حدیبیہ کے بعد خیبر کی فتح کی بشارت دی گئی یہ آیت مبارکہ عمومی طور تمام مومنین کیلئے جبکہ خاص طور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کیلئے ہے-

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ ہجرت کی رات حضرت علی کے پاس دو فرشتے آئے- جبرائیل (علیہ السلام) ان کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور میکائیل (علیہ السلام) قدموں کی جانب- جب انہوں نے آپ (رضی اللہ عنہ) پہ طاری سکینہ دیکھا تو حضرت جبرائیل نے فرمایا: ”واہ واہ! علی ابن طالب (رضی اللہ عنہ)، آپ کی مثل کون ہو سکتا ہے اللہ اپنے فرشتوں کے ساتھ آپ پہ فخر فرما رہا ہے“- اس کے بعد یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

”اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بھی بیچ ڈالتا ہے“-[12]

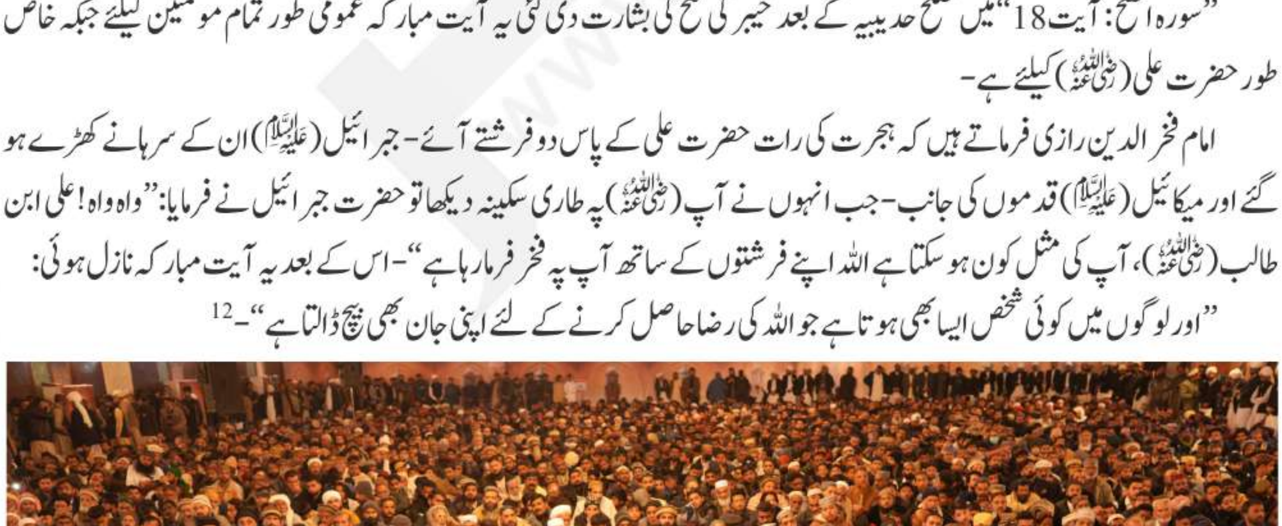

[11](اربعین نووی)

[12](البقرہ:207)

امام قرطبی اور امام جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ علیہما) روایت بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم (ﷺ) نے ایک مرتبہ فرمایا: اے علی اپنے لئے کچھ مانگو- حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے لئے مؤمنین کے دلوں میں محبت ڈال دے-

حُبِ علی (رضی اللہ عنہ) کا راستہ باطن کی پاکیزگی ہے اور حضرت سلطان باھُو فرماتے ہیں اس کیلئے اسم اللہ ذات کا قلبی ذکر ضروری ہے-

ایبٹ آباد:	20-01-2025	کامرس کالج گراؤنڈ

صدارت وخطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

آقا کریم (ﷺ) کی مبارک جماعت صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی جماعت ہے جن کے وسیلے سے آخری کتاب اور آپ (ﷺ) کی مبارک سنت، فیضِ فقر اور دیگر اخلاقیات باحفاظت ہم تک پہنچے- قرآن کریم ہمیں صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) سے محبت سکھاتا ہے- جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’رَضِیَ اللہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ‘‘[13] ’’اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے‘‘-

ایک اور مقام پہ ارشادِ ربانی ہے:

’’قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی‘‘[14] ’’میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر (میری) قرابت سے محبت‘‘-

اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ: ’’وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ‘‘[15] ’’اہلِ صدق (کی معیت) میں شامل رہو‘‘-

امام قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اصحابِ کہف کا کتا نیکوں کی صحبت کے سبب جنت میں جائے گا اور اُس کا ذکر اللہ نے نیکوں کے ساتھ اپنی آخری کتاب میں کیا- انسان اگر صالحین کی صحبت اختیار کرے تو اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے اسے انتہائی اعلیٰ مقام و مرتبہ نصیب ہوتا ہے-

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اصحابِ کہف کا کتا نیکوں کی صحبت کے سبب اعلیٰ مقام پا گیا، دوسری طرف حضرت نوح (علیہ السلام) کا بیٹا بُری صحبت کے باعث خاندانِ نبوت چھوڑ بیٹھا اور گمراہ ہو گیا- چنانچہ ہمیں صالحین کی جماعت تلاش کر کے اسے اپنانا چاہئے- اصلاحی جماعت کی یہی دعوت ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کی جائے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنے ظاہر اور باطن کو سنوارا جائے-

ہری پور:	21-01-2025	اختر نواز سٹیڈیم

صدارت: سرپرستِ اعلیٰ ’’اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین‘‘ جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب

خطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

خلفائے راشدین کا ایک دوسرے سے محبت و احترام انتہائی بلند معیار کا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا تو مسکرا دیے- سبب دریافت ہونے پہ فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) میں نے حضور نبی کریم (ﷺ) کو فرماتے سنا کہ کوئی شخص پل صراط سے کامیاب نہیں گزر سکے گا جب تک اس کے ہاتھوں میں علی (رضی اللہ عنہ) کی محبت کا پروانہ نہیں ہو گا- یہ سن کر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) مسکرائے اور حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھا- دریافت ہونے پہ فرمایا کہ اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) یاد رکھیں! علی (رضی اللہ عنہ) بھی تب تک کسی کے پروانے پہ مہرِ تصدیق نہیں لگائے گا جب تک وہ آپ سے محبت نہیں کرتا ہو گا-

حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کی موجودگی میں ایک شخص نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں نازیبا گفتگو کی تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس شخص کو فرمایا: اے شخص رک جا! علی کا ذکر خیر کے تذکرے کے بغیر نہ کر- اگر تو علی (رضی اللہ عنہ) کو اذیت دے گا تو (حضور اکرم (ﷺ) کی قبرِ انور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یاد رکھ اس صاحبِ قبر کو اذیت دے گا-[16]

[13](المائدہ:119) [14](الشوریٰ:23) [15](التوبہ:119) [16](مسند احمد بن حنبل)

چنانچہ حضورِ اکرم (ﷺ) سے محبت کے دعویدار کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو بغضِ علی (رضی اللہ عنہ) سے پاک رکھے-

ایک دفعہ دو بدو جھگڑ کر فیصلے کیلئے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے-ایک شخص کو آپ کا فیصلہ پسند نہ آیا اور اس نے اعتراض کیا- حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اٹھے اور اُس بدو کا گریبان پکڑ کر فرمایا تُو برباد ہو، تجھے معلوم ہے یہ شخص کون ہے جس کے بارے میں بات کر رہا ہے؟ یہ میرا بھی اور ہر مومن کا مولیٰ ہے جو اسے مولیٰ نہیں مانتا وہ مومن ہی نہیں ہے- حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: اے علی! میں ایسی قوم میں رہنے سے پناہ مانگتا ہوں جس میں آپ موجود نہیں ہوں گے-

بھکر: | 22-01-2025 | مدرسہ جامعہ غوثیہ عزیزیہ انوار حق باھُو (زمے والا)

صدارت: سرپرستِ اعلیٰ ”اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین“ جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب

خطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

”سنن ترمذی“ کی حدیث مبارکہ ہے کہ آقا کریم (ﷺ) نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم انہیں پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے- وہ اللہ کی کتاب اور میرے اہلِ بیت ہیں-

”المستدرک“ کی حدیث مبارکہ ہے کہ آقا کریم (ﷺ) نے فرمایا: حضرت علی (رضی اللہ عنہ) قرآن کے ساتھ اور قرآن حضرت علیؓ کے ساتھ ہے، دونوں جدا نہ ہوں گے حتی کہ اکٹھے حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے-

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا یہ امتیاز ہے کہ آپ قرآن مجید کی ہر آیت کے نزول کے شاہد، عالم اور ہر آیت کے اسرار و رموز سے واقف تھے- قرآن مجید کی کم از کم 300 آیات ایسی ہیں جو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئیں- ارشادِ ربانی ہے:

”وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ“[17]

”اور مہاجرین اور ان کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجۂ احسان کے ساتھ اُن کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہو گیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہو گئے“-

[17] (التوبہ:100)

اس آیت میں ”وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ“ (سبقت لے جانے والے) میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سرِ فہرست ہیں - آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے قریب کروں اور خود سے دور نہ کروں، تجھے علم سکھاؤں تاکہ تُو اسے محفوظ رکھے اور تجھ پہ حق ہے کہ تُو اسے محفوظ رکھے جو میں نے تجھ تک پہنچایا- حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) تمہارے درمیان بابِ حطہ کی مثل ہیں جو اس باب سے داخل ہوا وہ اپنے ایمان میں کامل ہو گیا-[18]

تمام سلاسلِ تصوف اپنی نسبتِ روحانی سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) سے وابستہ کرتے ہیں کیونکہ آپؓ کی ذاتِ گرامی فقر و ولایت کا سرچشمہ ہے-

خوشاب:	23-01-2025	جامعہ غوثیہ عزیزیہ انوار حق باھُو (چھ چک)

صدارت: سرپرستِ اعلیٰ ”اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین“ جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب

خطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

کتاب و سنت کی تعلیمات صحابہ کرام اور اہلِ بیت (رضی اللہ عنہم) جیسی برگزیدہ ہستیوں کی وجہ سے ہم تک محفوظ پہنچی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کیلیے چن لیا تھا- آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے“-[19]

اولیاء اللہ کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام و اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کی محبت پیدا کرتے ہیں- بدقسمتی سے موجودہ دور میں سوشل میڈیا پہ چند نام نہاد سکالرز صحابہ کرام اور اہلِ بیت (رضی اللہ عنہم) جیسی مبارک ہستیوں کے ادب کے حوالے سے بھی لوگوں کے قلوب و اذہان کو دھندلا رہے ہیں-

علم و فقر اور روحانیت میں شرف حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ سے حاصل ہوا تھا- حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ مَیں حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہمراہ تھا، ہم مکہ مکرمہ کی ایک طرف چلے تو جو پہاڑ اور درخت بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے

سامنے آتا (وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عرض کرتا: ”اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ“[20] - یہ حدیث مبارکہ جہاں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کی دلیل ہے وہیں یہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے شرفِ ولایت کی بھی دلیل ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) درختوں اور پتھروں کی آواز بھی سن سکتے ہیں-

صوفیاء کا پیغام بغض و نفرت کو ختم کرکے دلوں کو جوڑنا ہے- حضرت سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) نے دل کی پاکیزگی کیلئے اسم اللہ ذات کے قلبی ذکر کی تعلیم دی ہے جو مرشدِ کامل کی بارگاہ سے نصیب ہوتا ہے- دنیا میں جہاں بھی صوفی سلسلے ہیں ان کی خاصیت ہے کہ ان میں کسی سے تعصب نہیں- خاص کر انبیائے کرام، ملائکہ، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور امت کے اولیاء اللہ و صالحین میں ہر ایک سے حسنِ ظن اور ادب کا تعلق رکھتے ہیں-

فیصل آباد:	24-01-2025	ضلعی مرکز سلطانیہ حق باھُوؒ

صدارت: سرپرستِ اعلیٰ ”اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین“ جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب

[18](معجم الکبیر للطبرانی) [19](مشکوٰۃ المصابیح) [20](سنن الترمذی، ابواب المناقب)

خطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

صحابہ کرام اور اہلِ بیت (رضی اللہ عنہم) سے محبت کا پیمانہ اور دلیل قرآن مجید ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فضائل صحابہ واہلِ بیت بیان فرمائے ہیں- قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہر وقت اللہ کی توجہ میں ہیں-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ“[21]

”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا تو (وہی اللہ کی جماعت ہے اور) اللہ کی جماعت (کے لوگ) ہی غالب ہونے والے ہیں“-

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئی-

فتح طائف کے موقع پہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو بلایا اور آپ (رضی اللہ عنہ) سے سرگوشی فرمائی- لوگوں نے کہا: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اپنے چچازاد کے ساتھ سرگوشی طویل ہوگئی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں نے علی (رضی اللہ عنہ) سے سرگوشی نہیں کی، بلکہ اللہ نے اس سے سرگوشی کی ہے-[22]

آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے لیے اللہ کی طرف سے مجھے تین باتیں وحی کی گئی ہیں: علی تمام مسلمانوں کے سردار ہیں، متقین کے امام ہیں اور (قیامت کے روز) نورانی چہرے والوں کے قائد ہوں گے-[23]

اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ راہِ طریقت میں کمال کے حصول کیلئے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) جیسی شخصیات کے نقشِ قدم پہ چلنا چاہئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے منفرد انعامات و کمالات سے نوازا ہے- اولیاء اللہ کی راہ اعتدال کی راہ ہے جس میں ہر طرح کے بغض و عناد کا خاتمہ اور محبت و احترام کی دعوت ہے-

شیخوپورہ:	25-01-2025	اسٹیڈیم گراؤنڈ

صدارت: سرپرستِ اعلیٰ ”اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین“ جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب

خطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

”بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی لوگ ساری مخلوق سے بہتر (خیر البریّہ) ہیں“-[24]

اس کے بعد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ کے فرماتے ”خیر البریّہ“ آرہے ہیں-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ“[25]

”(اے رسولِ مکرّم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!) آپ تو فقط (نافرمانوں کو انجامِ بد سے) ڈرانے والے اور (دنیا کی) ہر قوم کے لئے ہدایت بہم پہنچانے والے ہیں“-

[21] (المائدہ: 56)
[22] (سنن ترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ))
[23] (معجم الصغیر للطبرانی)
[24] (البینہ: 7)
[25] (الرعد: 7)

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم (ﷺ) نے اپنا مبارک ہاتھ اپنے سینے پہ رکھ کر فرمایا: میں ڈرانے والا ہوں اور اپنا ہاتھ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے کندھے مبارک پہ رکھ کر فرمایا کہ تُو ھادی ہے، میرے بعد ہدایت پانے والے تجھی سے ہدایت پائیں گے۔[26]

اس لئے تمام طریقِ تصوف کے فیضِ روحانیہ کے چشمے سینہ علی (رضی اللہ عنہ) تک پہنچتے ہیں۔امام عسقلانی اور متعدد محدثین کرام نے حدیث روایت کی ہے کہ: رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا میرے بعد عنقریب تمہارے درمیان فتنے اٹھیں گے، یاد رکھو اُس وقت علی کو لازم پکڑنا۔[27]

مسلمانوں کے قریباً ایک ہزار سالہ دور میں باہمی رواداری اور محبت صوفیاء کی تربیت کے سبب تھی جس میں کدورت اور نفرت نہیں تھی بلکہ سب کا ادب اور سب سے محبت تھی۔نوآبادیاتی دور میں پیدا ہونے والی فرقہ واریت نے نفرتوں، تقسیم اور تکفیر کو جنم دیا ہے۔اصلاحی جماعت کا پیغام ہے کہ ہمیں اولیائے کاملین کی تعلیمات و تربیت اپنانے کی ضرورت ہے۔باہمی احترام اور دلوں کی نرمی کیلئے حضرت سلطان باھُوؒ نے اسم اللہ ذات کے قلبی ذکر کی دعوت دی ہے۔

لاہور:	26-01-2025	منہاج کرکٹ گراؤنڈ

صدارت: سرپرستِ اعلیٰ ”اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین“، جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب

خطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ نے کثیر اور بے شمار معجزات عطا فرمائے جن میں معراج النبی (ﷺ) ایک عظیم اور انفرادی معجزہ ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہ ہوا۔واقعہ معراج کے زمینی سفر کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

”سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ“[28]

”وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں“۔

ارضِ فلسطین سے ہماری محبت کی بنیاد حضور (ﷺ) کا سفر معراج ہے۔چنانچہ قرآن کریم اور حضور اکرم (ﷺ) سے محبت اور اسلامی تہذیب کی تاریخ کا ایک مسلمان سے تقاضا ہے کہ وہ کبھی مسجدِ اقصیٰ پہ سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔

قاضی ابو بکر ابنِ العربی نے ”الاسراء:60“ کے تحت بیان کیا ہے کہ اگر معراج کا واقعہ صرف خواب کا واقعہ ہوتا تو اسے تسلیم کرنے میں لوگوں کو کوئی بڑا مسئلہ پیش نہ ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو فتنہ اسی لئے فرمایا ہے کہ لوگ اس کا انکار کریں گے کیونکہ ظاہری جسم کے ساتھ معراج کو تسلیم کرنا صرف ایمان کے ساتھ ہی ممکن ہے۔چنانچہ یہ واضح ہے کہ واقعہ معراج ظاہری جسم کے ساتھ اور حالتِ بیداری میں ہوا اور اس دوران حضور (ﷺ) نے اللہ تعالیٰ کا دیدار اپنی چشمِ ظاہر سے فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے براہِ راست کلام بھی فرمایا۔

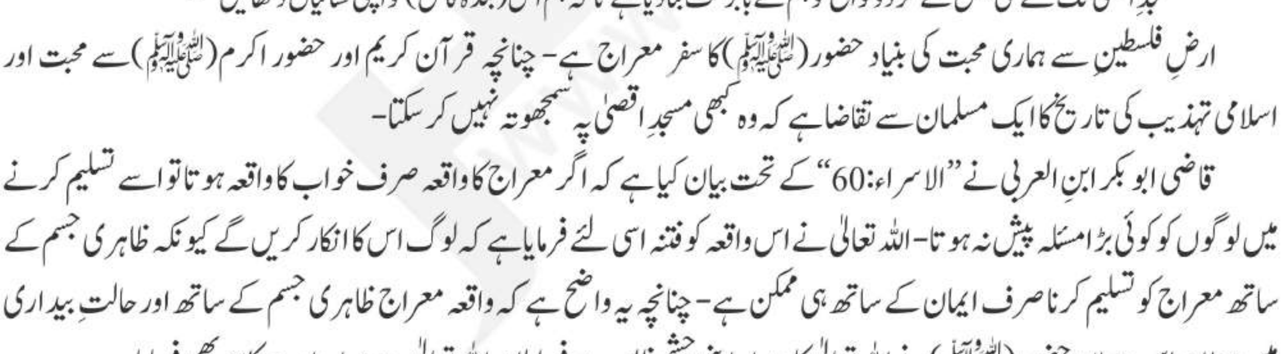

[26](تفسیر کبیر/فتح القدیر) [27](معرفۃ الصحابہ/تاریخ دمشق) [28](الاسراء:1)

امام احمد بن حنبل (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا کہ کیا یہ درست ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا تو آپ نے فرمایا ہاں میں کہتا ہوں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ کو دیکھا ہے اور یہ اتنی دفعہ دُہرا کر فرمایا کہ آپ کی سانس پھول گئی-

علماء بیان فرماتے ہیں کہ مسجدِ اقصیٰ کے گرد و نواح میں بہت سی قبورِ انبیاء و قبورِ صالحین موجود ہیں جس سبب اس جگہ کو برکت عطا ہوئی- چنانچہ آئمہ و محدثین فرماتے ہیں کہ ایسے مقامات کی طرف سفر کرنا جہاں انبیاء و صالحین کی قبور ہوں، برکت کا باعث ہوتا ہے اور شبِ معراج کی نسبت سے یہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت مبارکہ بھی ہے- اصلاحی جماعت کی بھی یہی دعوت ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت و نیک اعمال اختیار کریں تاکہ محبتِ الٰہی و محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نصیب ہو-

سیالکوٹ:	27-01-2025	ہاکی اسٹیڈیم گراؤنڈ

صدارت وخطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے معجزات میں معراج النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک عظیم اور بے مثال معجزہ ہے- سفر معراج کی ابتداء کے متعلق حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد گرامی ہے:

”میرے پاس ایک آنے والا (یعنی جبرائیلؑ) آیا اور اس نے میرا سینہ چاک کیا- سینہ چاک کرنے کے بعد میرا دل نکالا اور میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا- پھر میرے دل کو دھویا گیا وہ ایمان و حکمت سے لبریز ہو گیا- اس قلب کو سینہ میں اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا“-[29]

صوفیائے کرام بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ سے متلاشیانِ حق کیلئے سبق ہے کہ سب سے پہلے اپنے سینے کو منور کرنا چاہئے اور دل کو صاف کرنا چاہئے- سینے کی روشنی اصل روشنی ہے جس سے راہِ حق کا سفر طے ہوتا ہے- علامہ اقبال فرماتے ہیں:

سِینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عینِ حیات　　　ہو نہ روشن، تو سخن مرگِ دوام اے ساقی

ارشادِ ربّانی ہے: ”فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ“[30]

”تو حقیقت یہ ہے کہ (ایسوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں“-

موجودہ دنیا نے محض مادیت پرستی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے جبکہ روحانیت اور قلب و باطن کی پاکیزگی کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے-

آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سرخ ٹیلے کے پاس آیا اور وہ کھڑے اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے-[31]

”مسند ابی یعلیٰ الموصلی“ کی روایت ہے کہ انبیاء کرام (علیہم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں-

علماء کرام اس حدیث سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ وہ بابرکت مقامات جنہیں انبیاء اور اولیاء سے نسبت ہو جاتی ہے ان مقام کی زیارت کو جانا اور وہاں نماز ادا کرنا شرف کی بات ہے اور یہ سفرِ معراج النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حصہ ہے- محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، باطنی معراج اور قلب کی پاکیزگی کے حصول کے لیے سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ نے اسم اللہ ذات کا ذکر تجویز کیا ہے-

[29](صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء)　[30](الحج:46)　[31](صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

گوجرانوالہ: 28-01-2025 منی اسٹیڈیم

صدارت: سرپرستِ اعلیٰ ’’اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین‘‘ جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب

خطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

جو چیزیں ایک دوسرے کے ٹکراؤ میں ہیں، ان میں سے چند کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے جیسے سورہ الرعد (16) کے مطابق دیکھنے والا اور اندھا برابر نہیں- سورہ المائدہ (100) کے مطابق ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے- سورہ الزمر (9) میں جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں- سورہ الحشر (20) کے مطابق جنتی اور جہنمی برابر نہیں- جبکہ سورہ مریم (17) میں ارشاد ہے:

’’ہم نے ان کی طرف اپنی روح (یعنی فرشتہ جبرائیل) کو بھیجا سو (جبرائیل) ان کے سامنے مکمل بشری صورت میں ظاہر ہوا‘‘-

پس، ازروئے قرآن نوری وجود (جبرائیلؑ) کا بشری صورت میں آنا ثابت ہے اور نور کا بشریت میں جمع ہونا ٹکراؤ نہیں ہے- چنانچہ نورِ مصطفوی (ﷺ) کا بشری صورت میں ظاہر ہونا کسی طرح مختلف نہیں بلکہ ایسا ممکن ہونا جبرائیلؑ کی مثال سے ازروئے قرآن ثابت ہے-

’’سنن نسائی‘‘ میں حدیث ہے کہ جب حضور نبی کریم (ﷺ) بیت المقدس پہنچے تو وہاں حضور نبی کریم (ﷺ) نے انبیاء کی نماز کی امامت فرمائی- جب آسمانِ دنیا پہ حضور نبی کریم (ﷺ) داخل ہوئے وہاں حضرت آدمؑ موجود تھے- دوسرے آسمان پہ آپ (ﷺ) نے حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا- تیسرے آسمان پہ حضرت یوسفؑ موجود تھے- چوتھے آسمان پہ حضرت ادریسؑ، پانچویں پہ حضرت ہارونؑ اور چھٹے پہ حضرت موسیٰؑ نے آپ (ﷺ) کا استقبال کیا اور ساتویں آسمان پہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے استقبال کیا- یعنی مسجدِ اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کے بعد انبیاء اپنے اپنے متعین آسمانوں پہ تشریف لے گئے- اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ارواح کو قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ جس مقام پہ چاہیں جا سکتی ہیں اور احوال کا مشاہدہ کر سکتی ہیں، اور یہ بھی کہ آقا کریم (ﷺ) دنیائے برزخ میں احوالِ امت کی خبر رکھتے ہیں اور جہاں چاہیں بغیر تاخیر کے جلوہ فرما ہو سکتے ہیں-

’’وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى‘‘[32] ’’اس پیارے چمکتے تارے محمدؐ کی قسم جب یہ معراج سے اترے‘‘-

امام قرطبی اور امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے امام جعفر الصادق (رضی اللہ عنہ) کا قول نقل کیا ہے کہ النجم سے مراد حضور اکرم (ﷺ) کی قسم ہے، اس حالت میں کہ جب وہ قربِ الٰہی میں تشریف لے جا کر بھی اپنے فریضہ رسالت کو ادا کرنے کیلئے واپس زمین کی جانب جانے کا ارادہ فرماتے ہیں- عارفین فرماتے ہیں کہ حضور اکرم (ﷺ) نے اُس ذات کی حقیقت کا مشاہدہ فرما کر بھی اپنے فریضہ رسالت کو ترک نہیں فرمایا اور واپسی فرمائی- چنانچہ ہمیں بھی اپنے ذِمّہ فرائض کو کسی صورت ترک نہیں کرنا چاہئے- صوفیاء فرماتے ہیں کہ عروج و معراج کیلئے سفر کی ابتدا سینے کی صفائی ہے جس کیلئے حضرت سلطان باھوؒ اللہ کے نام کا ذکر بیان فرماتے ہیں-

[32](النجم:1)

قصور:	29-01-2025	سپورٹس گراؤنڈ اسلامیہ ڈگری کالج

صدارت وخطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

حدیثِ نبوی (ﷺ) ہے: اعمال کا دارومدار نیت پہ ہوتا ہے-

امام جامی فرماتے ہیں کہ اگر انسان کے ارادے اور خیال میں پھول (یعنی حسن) یا بلبل (مضطرب عاشق) ہو تو وہ سفر کے اختتام پہ سراپا جمال یا مضطرب عاشق بن جاتا ہے-

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ انسان کے افعال ارادے اور خیال کے سبب ہیں- چنانچہ انسان کو اپنے خیال اور ارادے کی حفاظت کرنی چاہئے اور ہر وقت اللہ کے انوار کو طلب کرنا چاہئے- مزید فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کی جنگ اور صلح مادی خواہشات وخیالات کے تابع ہوتے ہیں لیکن اولیاء اللہ کے خیالات اللہ کی وحدت اور انوار و تجلیات کی جستجو میں رہتے ہیں- حدیثِ قدسی میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ’’جو مجھے طلب کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے‘‘-

علامہ اقبال نے اپنی نظم میں پیر و مرید میں رومی سے سوال کیا ہے:

> اے شریکِ مستیٔ خاصانِ بدر میں نہیں سمجھا حدیثِ جبر و قدر!

پیرِ رومی جواب دیتے ہیں

> بال بازاں را سوئے سُلطاں برد بال زاغاں را بگورستاں برد

یعنی کوا، اپنے بال و پر سے قبرستان جا کر ہڈیاں کھاتا ہے جبکہ شاہین اپنے بال و پر سے بادشاہ کے بازو پہ جا بیٹھتا ہیں- چنانچہ اگر قوتِ ارادہ شاہین کی مانند ہو تو بادشاہ کے بازو تک بھی پہنچا جا سکتا ہے-

صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کی نیت کا ٹھکانہ سینے میں موجود دل ہے اور نیت کی پاکی کیلئے باطن کی پاکیزگی ضروری ہے جس کیلئے اللہ کا ذکر ہے- ماہرینِ نفسیات بتاتے ہیں کہ گمراہی اور بے راہ روی کا شکار ہونے کا بڑا سبب غلط اور بُرے مناظر دیکھنا ہے جس سے وجود میں فساد جنم لیتا ہے- چنانچہ انسان کو اپنی توجہ پاک اشیاء کی جانب رکھنی چاہئے جو انسان پہ اللہ کا رنگ غالب کر دیں- حضرت سلطان باھُوؒ اس مقصد کیلئے اسم اللہ ذات کے ذکر اور تصور کی تعلیم دیتے ہیں تاکہ انسان کی بینائی اور خیال بھی اللہ کے نام کی جانب متوجہ ہوں اور سانس بھی اللہ کے ذکر میں لگ جائیں-

کراچی:	01-02-2025	ریلوے گراؤنڈ

صدارت: سرپرستِ اعلیٰ ’’اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین‘‘ جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب

خطاب: مرکزی جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

پاک کی نسبت بھی پاک کر دیتی ہے- قدمِ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے لمس سے پتھر باعثِ برکت بنتا ہے- لمسِ داؤد (علیہ السلام) سے لوہا موم کی طرح ٹپکنے لگتا ہے- لمسِ یوسف (علیہ السلام) کی برکت والے کُرتے سے حضرت یعقوب (علیہ السلام) کی بینائی واپس آجاتی ہے- اسی طرح سبز گنبد کی جالی امام الانبیاء حضور نبی کریم (ﷺ) سے منسوب ہونے سے باعثِ برکت بن جاتی ہے-

لمسِ موسیٰ (علیہ السلام) کے باعث عصا کو برکت عطا ہوئی جس نے تین کام سر انجام دیئے: فرعون کی فریب کاریوں کو نگل گیا[33]، پتھر پہ مارنے سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے[34]، دریا بارہ ٹکڑوں میں بٹ گیا-[35]

لمسِ عیسیٰ (علیہ السلام) کے سبب مٹی سے بنی مورت پرندے کی مانند اڑنے لگتی، مادر ذات اندھا بینا ہو جاتا، برص کے مریضوں کو شفا عطا ہوتی، مردے زندہ ہو جاتے-[36]

انسان کو جب ابلیس کے سوا سب فرشتوں نے سجدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اے ابلیس! تجھے کس نے اس (ہستی) کو سجدہ کرنے سے روکا ہے جسے میں نے خود اپنے دستِ (کرم) سے بنایا ہے“-[37]

یعنی انسان کا امتیاز یہ بیان فرمایا کہ اسے قدرتِ خداوندی کے ہاتھوں کا لمس نصیب ہے-انبیاء کے لمس سے چیزوں کو شان عطا ہوتی ہے تو ہمیں سمجھنا چاہئے کہ قدرتِ خداوندی کے ہاتھوں سے نسبت پانے والے انسان کی فضیلت اور شرف کس قدر بلند ہے-

حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہما) کے پاس حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک عالیشان جبہ تھا جو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے وصال کے وقت آپ کو دیا-لوگ پانی کے پیالے لے کر حضرت اسماء (رضی اللہ عنہا) کے پاس آتے کہ اس میں حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جبہ مبارک کا پلو بھگو دیں جو گھر میں بیمار شخص کو پلایا جائے تاکہ اسے شفا نصیب ہو-[38]

ایک مرتبہ حضرت حنظلہ (رضی اللہ عنہ) کے والد نے حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ان کیلئے دعائے خیر فرمانے کی عرض کی- آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حنظلہ (رضی اللہ عنہ) کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا اللہ تمہیں برکت دے-اس کے بعد ان کی خدمت میں کوئی ورم آلود چہرے والے انسان آجاتا یا ورم زدہ تھنوں والا جانور آجاتا تو حضرت حنظلہ (رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعا کے صدقے سے اپنا لعاب اس انسان کے چہرے پہ ملتے یا جانور کے تھنوں پہ ملتے اور وہ ورم دور ہو جاتا-[39]

چنانچہ اولیائے کرام کے لمس اور دعا سے ملنے والی شفا کا عقیدہ دراصل اصحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے عقیدہ کا ہی تسلسل ہے- اصلاحی جماعت کی دعوت ہے کہ اولیائے کاملین کی تعلیمات سے اپنے ظاہر و باطن کو پاک کیا جائے-

☆☆☆

[33](الاعراف:117)
[34](البقرہ:60)
[35](الشعراء:63)
[36](آل عمران:49)
[37](سورہ ص:75)
[38](صحیح مسلم/مسند احمد)
[39](مسند احمد/تفسیر طبرانی)

شمس العارفین

قسط:36

تصنیف لطیف از:
سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین
حضرت سخی سلطان باھوؒ

حق نامہ

مترجم: سید امیر خان نیازی

رات دن کے 24 گھنٹے ہیں اور آدمی اِن 24 گھنٹوں میں 24 ہزار سانس لیتا ہے- ہر سانس کی نگہبانی کر کہ ہر سانس میں 14 تجلیات، 14 الہامات اور 14 علوم پائے جاتے ہیں جن میں بعض رحمانی اور بعض شیطانی ہوتے ہیں، بعض کا تعلق دنیوی پریشانی سے، بعض کا جنونیت سے، بعض کا موکّل فرشتوں سے اور بعض کا قلبی و روحی و سرّی وجود سے ہوتا ہے- اگر توفیقِ الٰہی شاملِ حال رہے اور مرشد رفیق آگاہی بخشے تو ہر ایک مقام کی تحقیق ہو جاتی ہے اور بندہ سلامت رہتا ہے ورنہ ہر مرتبہ سلب ہو جاتا ہے- اِس مقام پر ہزاراں ہزار طالب اپنی راہ گم کر بیٹھے اور رجعت خوردہ و خلافِ شرع ہو کر مر کھپ گئے- حدیث مبارک میں آیا ہے: ”خالص کو لے لو اور ناخالص کو چھوڑ دو“- جو نیک ہے اُسے قبول کر لو اور جو بد ہے اُسے چھوڑ دو- جان لے کہ جب اللہ تعالیٰ نے امر ”کُنۡ فَیَکُوۡنَ“ کو بیان کرنا چاہا تو فرمایا: ”مَیں ایک مخفی خزانہ تھا، مجھے شوق ہوا کہ میری پہچان ہو، پس مَیں نے اپنی پہچان کیلئے مخلوق کو پیدا کر دیا“- اِس مقصد کے لئے بائیں طرف قہر جلالیت کی نظر سے دیکھا تو اُس سے نارِ شیطانی پیدا ہو گئی اور دائیں طرف لطف و کرم، جمعیت و رحمت اور شفقت والتفات کی نظر سے دیکھا تو آفتاب سے روشن تر نورِ محمدی (ﷺ) پیدا ہو گیا- اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے امر کن فرمایا اور کل مخلوقات کی ارواح پیدا ہو گئیں جو اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے جماعتیں اور صفیں بنا کر اپنی اپنی جگہ پر ادب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رُوبرو اُس کے حکم کے انتظار میں کھڑی ہو گئیں- پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”کیا مَیں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟“ اِس پر جملہ ادنیٰ و اعلیٰ ارواح نے بیک زبان عرض کی: ”کیوں نہیں؟ تُو ہی ہمارا ربّ ہے“- اِس اقرار پر بعض ارواح تو اُسی وقت پشیمان ہو گئیں جیسے کہ کافروں، مشرکوں، منافقوں اور کاذبوں کی ارواح اور بعض ارواح آوازِ الست پر بلٰی کا اقرار کر کے خوش و مسرور ہو گئیں-

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے روحو! مانگ لو مجھ سے جو تمہارے جی میں آئے تا کہ مَیں تمہیں عطا کر دوں“- تمام ارواح نے عرض کی: ’پروردگار! ہم تجھ سے تجھی کو مانگتے ہیں“- اِس پر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سامنے بائیں ہاتھ پر ارواحِ دنیا اور زینتِ دنیا کو پیش کیا تو سب سے پہلے شیطانِ مردود نفسِ امارہ کی مدد سے دنیا میں داخل ہو گیا جہاں پہنچتے ہی اُس نے بلند اور سریلی آواز سے 24 نعرے لگائے جنہیں سن کر 9 حصہ ارواح شیطان کی راہ پر لگ گئیں- شیطان کے وہ 24 نعرے یہ ہیں: (1) سرود کا نعرہ، (2) حسن پرستی کا نعرہ، (3) ہوائے انا کی مستی کا نعرہ، (4) شراب پینے کا نعرہ، (5) بدعت کا نعرہ، (6) ترکِ نماز کا نعرہ، (7) آلاتِ مطربانہ مثلاً طنبورہ و رباب و قانون و شرناو دف و ڈھول اور اِس قسم کے دیگر آلاتِ موسیقی کا نعرہ، (8) ترکِ جماعت کا نعرہ، (9) غفلت کا نعرہ، (10) عجب کا نعرہ، (11) حرص کا نعرہ، (12) حسد کا نعرہ، (13) ریا کا نعرہ، (14) کینے کا نعرہ، (15) کبر کا نعرہ، (16) نفاق کا نعرہ، (17) غیبت کا نعرہ، (18) شرک کا نعرہ، (19) کفر کا نعرہ، (20) جہالت کا نعرہ، (21) جھوٹ کا نعرہ، (22) ظنِ بد کا نعرہ، (23) نگاہِ بد کا نعرہ اور (24) طمع کا نعرہ- جو اِن صفات سے موصوف ہے وہ اُنہی لوگوں میں سے ہے جنہوں نے شیطان کے نعروں پر کان دھرے تھے- جیسے وہ اُس وقت تھے ویسے ہی آج ہیں- (جاری ہے)

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو

لایحتاج جنہاں نوں ہویا فقر تنہاں نوں سارا ھو
نظر جنہاں دی کیمیا ہووے اوہ کیوں مارن پارا ھو
دوست جنہاندا حاضر ہووے دشمن لین نہ وارا ھو
میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ملیا نبی سوھارا ھو

Such people achieved (la-yohtaj) (without want), whom have reached ultimate faqr Hoo
Those whose glance is alchemy why would they oxidise mercury Hoo
He whose friend is present his enemy never get a chance yet Hoo
I sacrifice upon those Bahoo Prophet (ﷺ) of such veneration they met Hoo

La yahtaj jinha'N no'N 'Hasil faqr tinha'N no'N sara Hoo
Nazr jinha'N di kimiya howay oah kiyo'N maran para Hoo
Dost jinha'N da 'Hazir howay dushman lain nah wara Hoo
Mein qurban tinha'N to'N Bahoo jinha'N milya nabi (ﷺ) sohara Hoo

Translated by; M. A. Khan

تشریح:

به مردم می کند این نفس محتاج — کسے را نیست نفسش ہست لا یحتاج

1: ”لوگوں کو نفس ہی نے محتاج بنا رکھا ہے ورنہ آدمی اگر نفس سے خلاصی پالے تو لایحتاج ہو جاتا ہے“۔(عین الفقر)

”پس اولیاء اللہ لایحتاج ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ اہلِ فقر کو کہتے ہیں۔ فقر خود لایحتاج ہے اور ہر شے اُس کی محتاج ہے“۔(عین الفقر)

گویا جس نے نفس سے چھٹکارا حاصل کر لیا تو وہ لایحتاج ہو گیا اور جو جو لایحتاج ہو گیا اس کو اللہ تعالیٰ نے فقر کے خزانے عطا فرما دیے۔ حضرت سخی سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فقیر کے مقام لایحتاج کے بارے میں یوں رہنمائی فرماتے ہیں:

”فقیر دو مراتب سے لایحتاج ہوتا ہے، ایک تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے معرفتِ قرب اللہ حضور کے مشاہدہ سے اور دوسرا مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی باتوفیق دائم حضوری کی قوتِ قوی سے“(اسرار القادری)۔ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے بارے میں فرماتے ہیں: ”اے باھُو! جو بھی ہمیں دیکھتا ہے وہ ہم سے دُور بھاگتا ہے کہ ہم فقیر ہیں اور لوگ فقر سے دُور بھاگتے ہیں لیکن فقیر اُن سے کوئی غرض نہیں رکھتا کہ فقر لایحتاج ہے“۔(عین الفقر)

2: ”فقیر کو عاجز مت جان اور نہ ہی اُسے مفلس و حقیر سمجھ، اُس کی نظر کیمیا ہوتی ہے جو دل کو روشن کرتی ہے“۔(اسرار القادری)

یاد رہے کہ مرشد کامل صاحبِ نظر ہوتا ہے جیسا کہ آپؒ فرماتے ہیں: ”کامل مرشد کی پہچان کیا ہے؟ کامل مرشد تصورِ اسم اللہ ذات کی ایک ہی نظر سے طالبِ صادق کے ساتوں اندام کو یعنی سر سے لے کر قدم تک اُس کے سارے وجود کو نور بنا دیتا ہے اور تصورِ اسم اللہ ذات کی توجہ سے اُسے مشاہدۂ حضور کرا دیتا ہے“(نور الھدٰی)۔ مزید ارشاد فرمایا: ”فقیر صاحبِ کیمیا نظر ہے لیکن وہ کیمیا گری نہیں کرتا کہ ”اَلْفَقْرُ لَا یَحْتَاجُ“۔(عین الفقر)

”الغرض! عارف باللہ ایک ہی نظر میں تصورِ اسم اللہ ذات، تیغِ کلمہ طیبات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، ختمِ قرآن اور تلاوتِ آیاتِ قرآن سے نفس کو قتل کر کے اُس کے شر سے نجات دلا دیتا ہے اور دونوں جہان کا تماشا پشتِ ناخن پر دکھا دیتا ہے۔ جس شخص کے تصرف میں یہ سب کچھ ہو اُسے پڑھنے لکھنے اور انگلیوں میں قلم پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ ایسا مشکل کشا مرشد طالب اللہ کو ایک ہی بار میں معرفتِ خدا تک پہنچا دیتا ہے“۔(اسرار القادری)

آپؒ اپنے بارے میں فرماتے ہیں: ”مَیں اپنی توجہ سے مرشدوں کو صاحبِ نظر کر دیتا ہوں اور طالبوں کو وحدتِ حق میں پہنچا دیتا ہوں“۔(نور الھدٰی)

باھُو! کسی گوید به نامِ شاهِ جیلانی — چه خوف از آتشِ دوزخ چه باک از دیوِ شیطانی

3: ”اے باھُو! شاہِ جیلانؒ کا نام لینے والے شخص کو بھلا آتشِ دوزخ اور ضررِ شیطان کا کیا خوف؟(کلید التوحید کلاں)

راہِ فقر و طریقت میں انسان کے سب سے بڑے دشمن نفس و شیطان ہیں لیکن جب انسان کو بارگاہ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معیت و شفقت میسّر ہوتی ہے تو یہ بھی کنارہ کر جاتے ہیں جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”وہ حبیبِ خدا حضرت محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلسِ خاص میں پہنچ جاتے ہیں جہاں نفس و شیطان کی پہنچ ممکن ہی نہیں“۔(نور الھدیٰ)

4: ”مَیں نے نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نگاہِ کرم سے فقر کو پالیا ہے، اب جو بھی میرے چہرے پر نظر ڈالتا ہے ولی اللہ بن جاتا ہے“۔(نور الھدیٰ)

باشبہ انسان جتنی ہی محنت و مشقت کر لے اور جتنے بھی مجاہدات کر لے جب تک سیّدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نگاہ شفقت اور نظرِ عنایت شامل حال نہ ہو انسان اللہ عزوجل کے قرب کا سوچ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے جتنے اولیاء و صلحا گزرے ہیں ان کے عروج و کمال کی وجہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نظرِ عنایت ہی ہے، جیسا کہ آپؒ فرماتے ہیں: ”خدا کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جدا نہ کر کہ اگر تُو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زیارت کر لی تو خدا کو پالے گا“۔(نور الھدیٰ)

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے فقر کو سیّدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نظرِ عنایت کا صدقہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مَیں نے آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نگاہِ کرم سے فقر کو پالیا ہے، اب جو بھی میرے چہرے پر نظر ڈالتا ہے ولی اللہ بن جاتا ہے“۔(نور الھدٰی)

www.alfaqr.tv
YouTube
CHANNEL
www.youtube.com/AlfaqrTv
علمی،فکری اور تربیتی خطابات اور لیکچرز دیکھنے کیلئے
Alfaqr.Tv
Official video channel of Islahee Jamaat & Aalmi Tanzeem-ul-Arifeen.
5-JAN-2025
40 videos
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
زیارت کا آسان
ذریعہ
33:51
حضور نبی اکرم ﷺ
کی ختم نبوت پر
واضح قرآنی دلیل
2:51
29:40
پاکستان ترکی مل کر کیا
اہداف حاصل کر سکتے ہیں؟
What Pakistan Turkey can achieve with collective efforts?
20:10
کیسے بے لگام
آزادی اظہار رائے
اسلاموفوبیا
کا سبب بننے لگا؟
5:23
We Stand with Kashmir and Kashmiris
5:14
الفقر ٹی وی
ویب سائیٹ
اور
یوٹیوب چینل وزٹ کریں

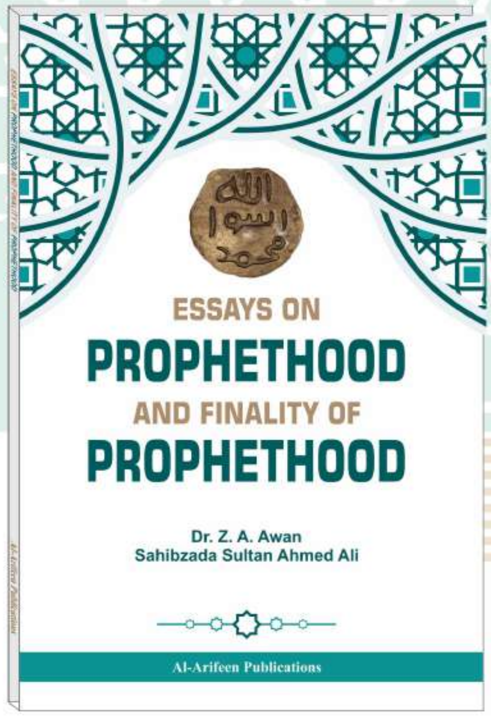

Published & Available

یہ کتاب ڈاکٹر زیڈ-اے اعوان اور صاحبزادہ سلطان احمد علی کے تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے-
اس کتاب میں انبیاء ورسل کی بعثت و پیغام، وحی الٰہی کی ضرورت و اہمیت، رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمگیریت و آفاقیت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصفِ ختمِ نبوت کو علمی و فکری تناظر میں اُجاگر کیا گیا ہے-

کتاب ھذا نبوت کے روحانی مقاصد، تاریخی تناظر اور عقیدہ ختمِ نبوت جیسے اھم موضوع کی افھام و تفھیم کیلئے ایک عمدہ انتخاب ھے-

اسلامی تعلیمات میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے نایاب علمی تحفہ

A MEANINGFUL STRUGGLE
INTERNATIONAL STANDARD

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں-

العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان
ہیڈ آفس: دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

پوسٹل ایڈریس: پی-او-بکس نمبر 11، جی پی او، لاہور
ویب سائٹ: www.alfaqr.net
ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com